تذکرہ
شہدائے امت

حصہ اوّل



Design By
NofilDesigner

تذکرہ شہدائے امت

حصہ اوّل

ناشر محمد عمیر احمد



قسط نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
1	مولوی عبد الظاہر عرف حاجی احمد شہید رحمہ اللہ	2
2	اسامہ الحموی رحمہ اللہ	3
3	مولوی محمود شہید عرف حاجی سیف اللہ رحمہ اللہ	4
4	شہید مولوی اختر محمد عثمانی رحمہ اللہ	22
5	کماندان محمد حنیف عرف ضرار رحمہ اللہ	27
6	قاری سیف اللہ فاتح شہید رحمہ اللہ	29
7	شیخ القرآن والحدیث شیخ دوست محمد رحمہ اللہ	37
8	ملاداد اللہ شہید رحمہ اللہ	45
9	فاتح کابل ملابورجان شہید رحمہ اللہ	52
10	شہید ملاسیف الرحمن منصور رحمہ اللہ	60
11	وزیراعظم ملامحمد ربانی رحمہ اللہ	73
12	مولوی سنگین فاتح شہید رحمہ اللہ	81

تذکرہ شہدائے امت حصہ اوّل



مولوی عبدالظاہر

عرف حاجی احمد شہید رحمہ اللہ

محمد حسنی قبیلے کے درکزئی شاخ سے تعلق ہے جن کا تعلق افغانستان کے ضلع دیشو سے تھا بچپن سے ہی اسلام کی سربلندی کے لیے جدوجہد کرناان شیوہ تھااپنی عمر کا اکثر حصہ شہید مولوی محمود رحمہ اللہ کے ساتھ مل کر بلوچ قوم کواسلام کی سربلندی اوراحیائے خلافت کے قیام کی خاطر تیاری کرنے میں گزارا

اورامارت اسلامیہ کے دنوں میں خط اول پر ساتھیوں کی کمان بھی کی اور بہت عرصہ خط اول پر گزارااورامارت اسلامیہ کے سقوط سے پہلے امارت اسلامیہ کے آخری ایام میں زخمی بھی ہوئے اور شہید مولوی محمود رحمہ اللہ کے محاذ میں اولیں سپہ سالار کا کام دیااور سقوط امارت اسلامیہ کے بعد جب مجاھدین نے دوبارہ جدوجہد کا آغاز کیاتو اکثر جنگوں کی کمان شہد مولوی محمود رحمہ اللہ کی طرف سے شہید حاجی احمد رحمہ اللہ کو سونپی گئ تھی اور اکثر علاقے ان کے کمان میں فتح ہوئے جن میں مجاھدین کے مرکز برابچہ بھی شامل ہے اور شہید حاجی احمد رحمہ اللہ شہید مولوی محمود رحمہ اللہ کے سب سے زیادہ قریب اور معتمد ترین ساتھیوں میں سے تھے حاجی احمد رحمہ اللہ پر ملاداداللہ رحمہ اللہ بھی بھی بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے اورامارت اسلامیہ کے قیام کے شروع دنوں میں آپ رحمہ اللہ ملاداداللہ رحمہ اللہ کے محاذ سے مربوط تھے پھر بعد میں شہید مولوی محمود رحمہ اللہ بلوچ قوم کواسلام کے دفاع کے لیے متحد کرنے کے لیےاورامارت کے اندر بلوچ قوم کوایک اسلامی تشخص دینے کے لیے الگ محاذ قائم کیاتوآپ رحمہ اللہ مولوی محمود رحمہ اللہ کے ساتھ اس جدوجہد میں بھرپور کردارادا کیا اوراسی طرح سقوط کے بعد امارت اسلامیہ کودوبارہ امنظم کرنے میں ایک عظیم کردارادا کیااور آخر ۔2007 میں برابچہ کے علاقے رباط میں ایک امریکی فضائی حملے میں امیر المومنین کے خصوصی معاون ملااختر عثمانی شہید رحمہ اللہ اور تین ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کر گئے

نحسبه كذلك والله حسيبه

خلافت اسلامیہ کے نفاذ کی خاطر شہید حاجی احمد رحمہ اللہ کے والد بزرگوار شہید حاجی نوروز رحمہ اللہ پچاسی سال کی عمر میں امریکیوں کے چھاپے میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہد ہوئے اور ضلع دیشو کے فتح پر ان کے بڑے بھائی نے بھی جام شہادت نوش کیا ان کا گھر شہیدوں کا اور مجاھدین کا گھرانا ہے



اسامہ الحموی رحمہ اللہ

آپ کے لمبے بال گھنی لمبی داڑھی اور عسکری لباس دیکھ کر ایسا لگتا جیسے صلاح الدین دوبارہ لوٹ آئے ہوں آپ کو دیکھ دل مطمئن ہوتا کہ واقعی میدان اب بھی شیروں سے خالی نہیں۔ اسامہ الحموی رح سوریا کے شہر حماۃ میں پیدا ہوئے آپ کے والد ایک داعی تھے جن کی تربیت شیخ مروان حدید نے کی تھی۔ آپ نے ابو جعفر العراقی کے ساتھ افغانستان ھجرت کی اور شمالی اتحاد کے خلاف قتال کیا۔ امارات کے سقوط کے بعد آپ دوبارہ منظم ہوئے اور صلیب اور اس کے معاونین کے خلاف صف اول کے مورچوں میں داد شجاعت دیتے رہے ہیاں تک کہ وہ مبارک گھڑی آن پہنچی جس کی ہر مؤمن تمنا کرتا ہے لواڑہ میں ایک کاروائی کے بعد واپسی پر آپ کو صلیبی فضائیہ نے نشانہ بنایا اور آپ مسکراتے ہوئے اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

آپ کے رفیق خاص کہتے ہیں کہ آپ کی شہادت کے بعد میں نے آپ کی جیکٹ اتار کر اپنے پاس رکھ لی اور اس میں کچھ روپے بھی تھے جن پر شہید کا خون لگا تھا کچھ دیر بعد ساتھ میں بیٹھا دوسرا شخص کہتا ہے کہ کیا تم کچھ خوشبو محسوس نہیں کر رہے میں نے کہا اسامہ کے غم فراق نے کچھ سوچنے کے قابل نہیں چھوڑا اور جب آپ نے جیب سے وہ نوٹ نکالے تو اس سے مِسک کی خوشبو آرہی تھی جو چالیس دن تک باقی رہی۔

نحسبه كذلك والله حسيبه





مولوی محمود شہید رحمہ اللہ

عرف حاجی سیف اللہ رحمہ اللہ

عظیم قائد مولوی محمود شہید رحمہ اللہ کی زندگی ایک نظر میں

بیشک افغانستان ایک ایسا ملک ہے جو تاریخ اسلامی میں بہادر شہسواروں کا سر چشمہ، دلیر و جری سرداروں کا مسکن، بہادر فاتحین کی جائے ولادت، اسلام کی پناہ گاہوں میں سے ایک ناقابلِ تسخیر پناہ گاہ اور ایمان کے قلعوں میں سے ایک مضبوط قلعہ رہا ہے۔ اس ملک کے بارے میں بات کرتے ہوئے امیر شکیب ارسلان رحمہ اللہ کو اسلامی غیرت و جوش کے کیف نے جکڑ لیا اور ان کے سامنے اس غیور و خوددار ملک کی تاریخ آگئی تو ان کے رواں قلم کی نوک نے اس اچھوتے و برجستہ خیال کو پیش کیا کہ:

"قسم ہے اگر اسلام کا ارتعاش دنیا بھر میں نہ بھی رہا تو مجھے نظر آرہا ہے کہ یہ کوہ ہمالیہ اور ہندو کش کے مابین رہنے والوں کے ہاں تھرائے گا، اور اس کی پختگی یہیں نمو پائے گی

(حواشی حاضر العالم الإسلامی للأمیر شکیب أرسلان، المجلد الثانی ص 197)

عجلت میں لکھی گئی اس تحریر میں ہم اس مبارک سرزمین پر بسنے والے بہادروں میں سے ایک کا تذکرہ کریں گے، جس نے بہادری و خودداری میں کئی ایسی روشن مثالیں قائم کی ہیں کہ تاریخ ان کا تذکرہ ہوشیار شہسوار اور بہادر قائد کے طور سے کرنے پر مجبور ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنّ الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مئة سنة من يجدّد لها دينها

"بیشک اللہ تعالی مبعوث فرماتا ہے اس امت کے لیے ہر صدی کے سرہانے کسی ایسے شخص کو جو اس امت کے دین کی تجدید کرتا ہے۔

(رواه أبو داود: 4291)

اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث زمان ومکان کی طرح فرد اور جماعت کو بھی شامل ہے۔ یہ اس طرح کہ اللہ تعالی ہر زمانے میں ایسے معزز افضل، تقوی والے اور وفادار رجال کار پیدا کرتا ہے جو اس دین کی حفاظت کرتے ہیں اور مکر وفریب کرنے والوں کی رسائی سے دور رکھنے کے لیے اور اس سے بغض رکھنے والوں کے بغض سے بچانے کے لیے اپنی کمتر و بیش تر قیمتی متاع اور اپنی جانوں کو کھپا دیتے ہیں۔ ہمارے خیال میں شیخ محمود رحمہ اللہ اس دور کے ایسے ہی مجددین میں سے ہیں

ولا نزکی علی اللہ احدا

حالانکہ ان کا تعلق ایسے قبیلہ سے تھا جو بے شک جہاد افغانستان میں شریک رہے لیکن جہاد کے حوالے سے اس قبیلہ میں کافی عرصہ سے کوئی بڑی شخصیت سامنے نہیں آئی۔ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ بلوچوں کی کوئی الگ مملکت نہیں بلکہ یہ تین مختلف اور ملی ہوئی حکومتوں میں رہتے ہیں اور ان کی اکثریت دیہات میں رہنے والی ہے۔

جس بات نے سب سے زیادہ شیخ کو غمزدہ اور کبیدہ خاطر کیا وہ جہالت تھی جو ان کے قبیلے والوں پر عرصہ دراز سے سایہ فگن تھی۔ پس کتنے ہی (بلوچ) جہالت، عصبیت، ناگوار نخوت، نسلی وقبائلی اثر ورسوخ کے ہاتھوں بے دریغ قتل ہوئے۔ شیخ رحمہ اللہ جانتے تھے کہ یہ صورتحال اجتماعی مصالح کے لیے سم قاتل کی حیثیت رکھتی ہے، اور ذاتی مصالح کی آئینہ دار ہونے کی بناء پر اسلامی روح سے سراسر متصادم ہے۔

اور بسا اوقات یہ عصبیتیں اتنا اثر رسوخ اور اقتدار حاصل کر لیتی ہیں کہ ان لوگوں کی نظر میں جن سے اللہ نے اس زندگی میں بصیرت چھین لی ہے عزت اور فخر کی بات بن جاتی ہیں، حالانکہ یہ سب کچھ جاہلی رذائل اور مومن آدمی کے لیے توہین آمیز ہے۔ کیا ان کے مناسب حال یہ بات نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں خود کو پروان چڑھائیں اور ایک دوسرے کے گلے کاٹنے کی بجائے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے دشمن کو ہدف بنائیں؟ کیا ان کے لیے یہ بہتر نہیں کہ وہ راہ خدا میں قتال کریں تاکہ ان کا ٹھکانہ فردوس اعلی اور ایسی جنت قرار پائے جس کی لمبائی چوڑائی آسمان وزمین کی مانند ہے، بجائے اس کے کہ وہ اس قاتل و مقتول کے بدلہ کی فکر کریں جو دونوں جہنم میں ہیں۔ قاتل کو یہ نہیں معلوم کہ اس نے کیوں قتل کیا اور مقتول یہ نہیں جانتا کہ وہ کس ضمن میں مارا گیا۔ اور افسوسناک امر یہ ہے کہ بلوچ علاقوں میں ہونے والی چھ معائنوں میں تعلیمی شرح ۴۰ فی صد نوٹ کی گئی ہے۔ اور کل زمین کے صرف چوتھائی حصے پر زراعت کاری ہوتی ہے۔ اسی طرح دینی، ثقافتی اور دیگر معاملات میں بھی بہت پیچھے ہیں، اور ان میں سے بہت سے لوگ تو دوسرے علاقوں اور شمالی امریکہ کی طرف ہجرت کر گئے ہیں۔ یہ مختصر سی صورتحال تھی جو اس قوم کے بارے میں ہم نے ذکر کی ہے۔

لہذا ہم اپنے شیخ اور قائد کو اس قوم کے اندر مجدد جہاد کے روپ میں دیکھتے ہیں، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالی کے فضل سے آپ کو یہ توفیق نصیب ہوئی کہ آپ نے ان بلوچ نوجوانوں کو اسلامی جھنڈے تلے اور امیر المومنین ملا محمد عمر حفظہ اللہ کی زیرِ قیادت جمع کیا جو مختلف قبائل اور عصبیتوں میں جکڑے ہوے تھے، تاکہ وہ راہ خدا میں جہاد کریں اور اندھی عصبیتوں کو چھوڑنے اور پس پشت ڈالنے والے بنیں۔ یہ آپ پر اللہ تعالی کا فضل تھا اور اس کا اجر بھی وہی دے گا۔ قبل اس کے کہ ہم شیخ کی حیات و کارناموں کے بارے میں بات کریں، مناسب ہے کہ ہم ایک اچٹتی سی نظر شیخ کے قبیلہ اور ان کے علاقے بلوچستان پر ڈالیں۔

بلوچستان

جب بھی مطلق بلوچستان کا نام لیا جائے تو اس سے مراد وہ علاقہ ہوتا ہے جہاں بلوچ قوم بستی ہے۔ بنظر غائر اس کی تازہ سیاسی حدود کا مطالعہ کیا جائے تو یہ علاقہ ۵۸ اور ۷۰ طول بلد شرقاً اور ۲۵ اور ۳۲ عرض بلد شمالا کے مابین ہے۔ جبکہ قدیم سیاسی حدود میں اس کی تقسیم یوں ہے:

خانہ کلات (خان آف قلات): عادتاً اسی پر بلوچستان کا نام بولا جاتا ہے۔

فارسی (ایرانی) بلوچستان:

برطانوی (ھندی) بلوچستان؛ پنجاب اور سندھ کی حدود میں وہ علاقہ جہاں بلوچ قوم رہتی ہے۔:

بلوچستان کا شمالی حصہ جو قومی اعتبار سے افغانستان کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اور بلوچستان کا موجودہ وسیع رقبہ ایک طرف تو مغربی سمت سے ایرانی شہر (کرمان) مشرقی جانب میں سبی تک (جو کہ سندھ اور پنجاب کی مغربی حدود ہیں) اور شمالی میں ایرانی سیستان اور افغانستان سے بڑھتے بڑھتے جنوباً خلیج عمان تک جا پہنچتا ہے

۔ ساحل خلیج میں صحراء لسبیلہ سے لیکر یہ خطہ ایران میں میناء جاسک کے مغرب تک ۹٦٥ کلو میٹر دراز ہے

۔ پہاڑی سلسلوں میں سے تفتان ۳۹٤۱ میٹر، ذرعان ۳٥۷۸ میٹر، خلیفت ۳٤۸۷ میٹر، یزمان ۳٥۰۳ میٹر بلند و بالا چوٹیوں پر مشتمل ہے۔

(دائرة المعارف الإسلامية، 4122/، دارالمعرفة، دائرة المعارف معارف القرن العشرين محمد فريد وجدى،)

رہے مکران کے علاقے تو یہ بلوچستان کے ان شہروں میں سے ہیں جو خلیج عمان کے ساحل پر واقع ہیں۔

اور بلوچ قوم کی گزشتہ زمانوں کے تمام واقعات پر مشتمل کوئی مدون تاریخ نہیں ہے۔ البتہ چند ایک سینہ بہ سینہ پہنچی ہوئی روایات ہیں۔ کوئی مؤرخ قبل از اسلام ان کا درست مذہب نہیں بتلا سکتا، سوائے اس کے کچھ خطوط اور اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایرانی قوموں میں سے ہیں۔ اور قبل از اسلام انہوں نے ایرانی باد شاہوں کے لئے بہت سی خدمات پیش کی ہیں۔ اور شاید ان کی تاریخ نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ بلوچوں کا طرزِ معاشرت شہری ثقافت سے دور صحراؤں میں قبائل کی طرز پر رہا ہے۔

بلوچستان کی فتح :

فارس کی زمین میں اسلامی فتوحات کے لئے غزوہ نہاوند ایک دروازہ تھا۔ وہ اس طرح سے کہ جلیل القدر صحابی نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے یہاں کا رخ کیا تو اللہ تعالٰی نے ان کے ہاتھ پر فتح عطاء فرمائی۔ اور سید نا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ سے اصفہان پہنچے اور اسے فتح کیا۔ حضرت سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ آذر بیجان کی طرف بڑھے، احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے خراسان کی طرف رخ کیا، اور سہیل بن عدی خزرجی رضی اللہ عنہ اور ساریہ رضی اللہ عنہ کرمان کی طرف، اور عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ سجستان کی طرف متوجہ ہوئے اور حکم بن عمرو ثعلبی رضی اللہ عنہ نے مکران (بلوچستان) کا قصد کیا (یہ 23 ہجری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مبارک عہد کی بات ہے۔)

علامہ ابن جریر نے سیف کے واسطے سے ان کے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ حضرت حکم بن عمرو ثعلبی رضی اللہ عنہ نے مکران کا قصد فرمایا اور اس تک آ پہنچے، اور یہاں آپ سے شہاب بن مخارق رضی اللہ عنہ اور سہل بن عدی خزرجی رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبان رضی اللہ عنہ آ ملے۔

یہ حضرات دریائے سندھ کی طرف بڑھنے لگے، اُدھر سے اہل مکران اس کے کنارے آ پہنچے، یہاں لشکر تشکیل دیے گئے، پھر اہل مکران کے بادشاہ نے سندھ کے بادشاہ سے مدد طلب کی، اس نے ایک عظیم لشکر روانہ کر دیا، نہر کے ایک جانب ان سب نے ملکر مسلمانوں کے خلاف ایسی گھمسان کی جنگ لڑی کہ ان کے ساتھ لشکر پہ لشکر آکر ملتے رہے۔ پھر اللہ نے مکران اور سندھ کی فوجوں کو شکست سے دوچار کیا اور ان کے لشکر مسلمانوں کے لئے مباح کر دیے۔ اس معرکہ میں ان کی بہت بڑی تعداد قتل ہوئی۔ پھر مسلمانوں نے لوٹ کر مکران میں پڑاؤ کیا، اور فتح کی خبر کے ساتھ خمس (مالِ غنیمت) دیکر حضرت صحار عبدی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ فرمایا۔ اور آپ سے قبلہ کے متعلق حکم طلب کیا۔ سو جب حضرت صحار رضی اللہ عنہ خبر اور مال غنیمت لیکر مدینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے ان سے مکران کی بابت سوال فرمایا اور جو شخص جہاں سے آتا آپ اس سے وہاں کی صورتحال دریافت فرماتے تھے تو حضرت صحار رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اے امیر المؤمنین، وہ ایسی سرزمین ہے کہ وہاں کا آسان راستہ بھی پہاڑ ہے، وہاں کا پانی ٹپک ٹپک کر گرتا ہے، وہاں کی کھجور ردی ہے (یعنی کھانا، پینا سب بیکار ہے) وہاں کے دشمن بہادر ہیں۔ اس زمین میں خیر قلیل اور شر طویل ہے۔ وہاں کثیر (تعداد میں جانیوالے) بھی تھوڑے ہیں اور تھوڑی تعداد تو ضائع ہونے والی ہے ہی۔ اور اس کے پرے تو شر ہی شر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت حصار رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: کیا تم (ایسے ہی) مسجع عبارت کہہ رہے ہو یا (سچ) کہہ رہے ہو ؟ انہوں نے فرمایا؛ (مسجع) نہیں! بلکہ مخبر ہوں (صحیح خبر دینے والا)۔
تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، قسم بخدا! ان سے میرا لشکر جہاد نہ کرے۔ پس حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ اس کے بعد مکران میں لڑائی نہ کریں اور تمہارے لشکروں میں سے کوئی ایک بھی آگے نہ بڑھے۔ وہ نہر کے اس طرف پر ہی اکتفاء کیے رکھیں۔

(9 / 318 ، مطبعۃ دارالفکر؛ معجم البلدان، یاقوت الحموی).

لیکن حموی حضرت حکم بن عمرو جدیدی ازدی رضی اللہ عنہ کی فتح مکران کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ کسی شخص کو سندھ کی سرحد کی طرف بھیجیں جو انہیں اس کے بارے میں معلومات لاکے دے۔ تو انہوں نے حکیم بن جبلہ کو بھیج دیا، پھر جب وہ واپس لوٹے تو انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے شہروں کے حالات دریافت فرمائے۔ تو انہوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! میں نے انہیں پہچانا اور ان سے باخبر ہوا۔ آپ نے فرمایا، مجھے ان کے بارے میں بتاؤ؟ انہوں نے فرمایا:
وہاں پانی کی قلت ہے۔ وہاں کی کھجور ردی ہے۔ وہاں کے چور بھی بہادر ہیں۔ اگر اس سرزمین میں تھوڑا لشکر جائے تو ضائع ہو جائے اور زیادہ جائے تو سب بھوکے رہیں۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم خبر دینے والے ہو یا ایسے ہی مسجع عبارت پیش کر رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا: جی! خبر دینے والا ہی ہوں۔ سو آپ کے ایام میں ان سے کوئی جنگ نہ ہوئی اور وہاں پہلی جنگ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عہد میں لڑی گئی۔

الکامل فی التاریخ، لابن الأثیر، /،345 مطبعۃ دار صادر.

اب ہم شہید قائد شیخ مولوی محمود بلوچی رحمہ اللہ کی زندگی کے کچھ لمحات کا ذکر کریں گے :

آپ کی پیدائش :
شہید قائد مولوی محمود (سیف اللہ) سن ۱۳۹۳ھ بمطابق ۱۹۷۲ء کو صوبہ نیمروز کے قصبہ ''ناد'' علی میں پیدا ہوئے جو کہ افغانی ایرانی حدود کے مغربی جنوب میں واقع ہے !

آپ کا نسب :
شہید محمود بن ملا عبد الحمید نے بلوچ قبیلہ شاھوزئی کے ایک شریف گھرانے میں پرورش پائی۔ یہ مغربی جنوبی علاقوں میں آباد مشہور افغان بلوچ قبائل میں سے ایک قبیلہ ہے۔ اس قبیلہ کا تینوں زمانوں کے جہاد میں خصوصاً امریکی اور ان کے دم چھلوں کے مقابل جہاد میں بہت بڑا حصہ ہے۔

آپ کے اخلاق :
آپ درگذر کرنیوالے، نرم خو، وجیہ، دلکش چہرے، شیریں لسان، میٹھی گفتگو والے انسان تھے۔ آپ ہر چھوٹے، بڑے، بوڑھے، جوان کی بات غور سے سنتے تھے اور کسی کی بات نہ کاٹتے تھے، بلکہ اسے موقع دیتے کہ وہ اپنا مافی الضمیر، اپنی رائے اور خیال کھل کے بیان کرسکے۔

تعلیم وجہاد :

شہید مولوی محمود (سیف اللہ) نے ایک شریف دیہاتی گھرانے میں پیار، محبت وراحت کی چھاؤں میں نشوو نما پائی۔ چھوٹی سی عمر میں ہی علومِ شرعیہ کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ اور ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی مساجد و مدارس میں منتقل ہوتے رہے۔ حتی کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے علوم شرعیہ کی تحصیل کے لئے آپ کو دارالھجرہ کی طرف ھجرت کی توفیق عطا فرمائی، آپ نے مدرسہ تجوید القرآن میں داخلہ لیا پھر علمی چشموں سے سیراب ہونے کے لیے پنجاب بھی گئے۔
شیخ مولوی عبدالرشید والی نیمروز فرماتے ہیں: میں شیخ کو اس وقت سے جانتا ہوں کہ جب ہم چھوٹے تھے، ارشاد الصرف پڑھتے تھے۔ ہم تقریباً ۳ سال مدرسہ حیدر آباد میں رہے۔

شیخ عبدالعزیز جہادیار (جہاد افغان کے پرانے مجاہدین میں سے ہیں) فرماتے ہیں:

''جب ہم حیدر آباد میں ارشاد الصرف پڑھتے تھے تو ہمیں مایہ ناز شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالی نے جو کہ امارت اسلامیہ کے عہد میں ضلع چار برجک میں شہید ہوئے، جہاد کی ترغیب دی۔ وہ ہمارے سامنے وضاحت کرتے کہ اس وقت رحمانی لشکروں اور مرتد نجیب کے ماتحت شیطانی لشکروں کے بیچ ایک پاکیزہ لڑائی ہو رہی ہے۔ اور یہ اس کے دور حکومت کے سقوط سے سال یا دو سال پہلے کی بات ہے۔ پس شیخ محمود رحمہ اللہ قندھار میں شیخ منصور لنگڑیال کے معسکر میں تشریف لے گئے اور اعلی عسکری تربیت حاصل کی۔ اور جب آپ نے عسکری مشق و تربیت میں ایک وافر حصہ حاصل کر لیا تو پھر سے مدارس اور علوم کی طرف متوجہ ہوئے اور حصول علم کے لیے کے لئے مستونگ (پاکستانی بلوچستان کا ایک شہر) چلے گئے۔ تاکہ علوم صرف میں مہارت تامہ حاصل کر لیں، پس انھوں نے اس علم کو پڑھا اور خوب مہارت حاصل کر لی۔ (روس کے جانے کے بعد) جب مجاہدین کی حکومت آئی تو شیخ اس کے کسی بھی عہد میں کھیل کود میں نہ پڑے اور نہ کوئی اور مشغولیت اپنائی بلکہ بس علم ہی حاصل فرماتے رہے۔ پھر جب امارت اسلامی آئی تو شیخ پہلے سے تربیت یافتہ لوگوں میں سے تھے، مجھے یاد پڑتا ہے کہ ہم سبق پڑھتے تھے کہ ہم نے سنا کہ مجاہدین کو سخت افرادی ضرورت پیش آئی ہے۔ شیخ تو پہلے سے ہی تربیت یافتہ تھے، آپ نے خود کو مجاہدین بھائیوں کی نصرت کے لئے پیش کر دیا۔ شیخ جہادیار بات بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

کچھ ماہ بعد شیخ کابل کے قریبی علاقے چہار آسیاب کی طرف چلے گئے، جہاں سخت معرکے ہو رہے تھے، وہ فتح میں مقدم، مجاہدین کے محبوب، تقوی، جہاد اور لڑائی کے شیر، عظیم قائد ملا داد اللہ شہید رحمہ اللہ کما نحسبہ واللہ حسیبہ کی جماعت میں تھے۔ جو کہ شیخ کے شاگرد بھی تھے، (انھوں نے کچھ فنون قتال ان سے سیکھے تھے)

پھر علوم کی تحصیل کے لیے مدارس کی طرف لوٹ گئے، پھر چند ماہ بعد ہم نے سنا کہ مجاہدین جلال آباد کی فتح کے لئے تیار ہیں۔ شیخ نے مجھ سے کہا آؤ ہم بھی جلال آباد چلتے ہیں۔ مجھے بھی اس میدان کا کچھ تجربہ تھا۔ پر میں نے کہا: شیخ! ابھی مجاہدین تیار تو ہو جائیں اور عملیات شروع کر دیں پھر اگر اس میں طوالت آگئی تو ہم تعلیم سے فرصت نکال کے چلے جائیں گے اور خود کو پیش کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا: نہیں! میں تو ابھی قندھار یا ھلمند جا رہا ہوں نشانہ بازی اور ٹینک چلانے کی تربیت حاصل کروں گا۔ سو آپ چلے گئے اور مکمل توجہ سے ٹینک چلانا سیکھا۔ یہ اس لیے بھی ممکن ہوا کہ آپ انتہائی ذھین اور بیدار مغز تھے۔ پھر آپ چہار آسیاب آگئے'' اور آپ اپنی لگن میں ثابت قدم اور صابر تھے حتی کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے مجاہدین کے ہاتھوں دارالحکومت کابل فتح فرما دیا۔ سو کتنے ہی بھائی اس واضح نصرت پر فرحاں وشاداں تھے اور یہ اشعار ہر فاتح مجاہد کے دل کی آواز تھے:

خوش ہو جااے زخمی دل اور پرے ہٹ جااے وحشتناک رات
اے کبوتر ہم میں نغمہ سرا ہو، اور اے غمِ دردناک تو زائل ہو جا
اے دل ہر غم بھول جا، اب تو غم غلط ہو چکے ہیں فتح کے آثار نمایاں ہیں
خیر پھیل چکی ہے اور نعمتیں بڑھ گئی ہیں کابل میں خوشیاں لوٹ آئی ہیں
اور (بڑی خوشی تو) فتح عظیم ہے اس کی وادیوں کے چہرے کھل اٹھے ہیں
اور اس کے پہاڑوں پر بادِ صبا پھیل چکی ہے اس کے آسمان پہ عزت کے عقاب ہالہ بنائے ہوئے ہیں
ستارے اور کہکشاں سلام پیش کر رہے ہیں
اور اس کی سرزمین پر لشکروں نے بہادری کی داستانیں رقم کر دی ہیں
اور ہماری سرزمین بدبختوں سے پاک ہو چکی ہے
پس خوش آمدید اے اہلِ حق کے لشکرو! اپنے ملک کے کنارے خوش خوش رہو
زمین پر اسلام وعدل پھیل چکے ہیں اور رحمان ورحیم قوم کا مددگار ہے
اے کابل صدق دل سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کاربند رہ!
(تو کیا جانے) تجھے فتح کی بزرگی حاصل ہونے میں کتنی ٹھنڈی آہیں بھری گئی ہیں
میری قوم تو دین کو چاہنے والی ہے رحمت رب پہ ہماری مملکت کھڑی ہے
میں کمینوں سے کہتا ہوں کہ مکر کے دن ختم ہو چکے ہیں اب تو خیر آگئی ہے
اور زخم مندمل ہو چکے ہیں
اے کابل ہر لوٹنے والے کے لیے گھر ہو جا کمیونسٹوں کو کینہ تو پرانا تھا
پس کمیونسٹ تو چلے جا چکے ہیں تحقیق ہمارے شہروں سے زہرناکیاں منہ پھیر چکی ہیں

(معجم البلدان ج 5 ص 179- 180.)

ان کا کمرہ کابل میں آریاناہوٹل میں تھا۔ پھر جب شیخ نے دیکھا کہ بلوچ جماعت دن بدن بڑھ رہی ہے اور آپ ان کے مزاج شناس بھی تھے تو آپ نے چاہا کہ ان کے لئے کوئی خاص نظم بن جائے۔ سو آپ نے بلوچ قیادت کو جمع فرما کر ان کے سامنے یہ رائے رکھی کہ اگر ہم اپنا ایک امیر مقرر کر لیں، پھر جہاد کریں اور اپنا دائرہ عمل وسیع کریں؟ تو انہوں نے ان کی موافقت کی، او کہا ہم آپ کے بغیر کسی اور امیر پر راضی نہیں ہیں، بس آپ ہی ہمارے امیر ہیں، پس انھوں نے امیر المؤمنین رحمہ اللہ کو اپنے ارادہ سے مطلع فرما کر اجازت طلب کی۔ اس پر امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے ان کی تائید فرمائی اور بلوچ بھائیوں کے لئے خاص جماعت کا تعین فرمادیا تاکہ وہ فی سبیل اللہ جہاد کریں۔ اور ہمیشہ دیکھا گیا کہ یہ لوگ جنگوں اور معرکوں میں آگے آگے ہوتے تھے۔

اور اس طرح اللہ کی مشیت سے آپ کو اس عظیم خدمت کی توفیق حاصل ہوئی کہ اس سے پہلے کسی بلوچ کی قسمت میں یہ بات نہیں لکھی تھی۔ پس آپ نے بلوچ نوجوانوں کو ایک ہی جھنڈے تلے جمع کیا۔ انہوں نے شمالی افغانستان کے خوفناک و گھمسان معرکوں میں حصہ لیا اور خائنین کی اتنی بڑی تعداد ہلاک کی کہ ہم اسے شمار کرنے سے عاجز ہیں۔

پھر سنہ ١٤١٨ھ میں آپ جامعہ علمیہ کوہ ون آگئے اور شیخ التفسیر والحدیث محمد عمر سربازی شہید رحمہ اللہ سے درجہ عالمیہ کے پہلے سال کے علوم سے متعلق علمی سیرابی حاصل کرنے لگے۔ میرا اس مدرسہ کی طرف جانا ہوا تو میں نے شیخ کے درجات کو بلند پایا آپ ہم جماعتوں پر فائز، ممتاز اور اول آنیوالوں میں سے تھے۔ میں نے ثانوی اور سالانہ امتحانات میں کتب میں حاصل کردہ آپ کے اعلی نمبر دیکھے تھے۔

پھر آپ جامعہ سعدیہ کوٹ ''سبزل صادق'' آباد آگئے تھے، یہاں آپ نے مدرسہ کے کبار شیوخ سے کتب حدیث کا درس حاصل فرمایا۔ پھر اپنے سر پر دستارِ فضیلت سجاتے ہوئے سن ١٤١٩ھ بمطابق ١٩٩٨ء میں شہادۃ العالمیہ کی سند فراغت حاصل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ آپ کا ذکر بالخیر فرماتے ہوئے کہتے آپ علم و جہاد اور سلوک واحسان میں نابغہ روزگار حضرات میں سے تھے۔

آپ کے استاذ محترم الشیخ ابو یوسف فرماتے ہیں:۔ ' شیخ محمود سن ١٤١٨ء میں ایک دوسرے ساتھی کے ساتھ علوم شرعیہ کے حصول کے لیے کے لئے ہمارے ہاں آئے، چونکہ انہوں نے گزشتہ سال کسی اور مدرسہ سے تعلیم حاصل کی تھی تو ہم نے ان کا ایک امتحان لیا۔ ہمیں نظر آیا کہ شیخ انتہائی ذہین، باصلاحیت، سمجھدار طالب علم ہیں لہذا وہ اس امتحان میں کامیاب ہوئے۔

شیخ مجھ سے کتاب مسند امام اعظم پڑھتے تھے۔ میری اور ان کی اس دوران کئی گرما گرم محفلیں ہوئیں۔ وہ مجھے مشہور فاتح ملاداداللہ کے ہمراہ بیتے ہوئے ایام کے میدان جہاد کے واقعات بیان کرتے تھے۔ انہی دنوں افغانستان میں پے درپے فتوحات ہو رہی تھیں اور ہم ان کا تذکرہ کرتے تو شیخ فرماتے: میرا جی ارضِ جہاد کے لئے بے قرار ہے، مجھ سے یہاں نہیں رہا جاتا۔ میں انہیں تلقین کرتا کہ درس مکمل کیے بنامت چھوڑو ۔انہوں نے فرمایا: ٹھیک ہے بہت اچھا۔ میں ان شاءاللہ فتح کے بعد عن قریب ایسا ہی کروں گا۔

آپ کے اخلاق:

آپ انتہائی حسن سیرت وراز داری اور آسمان کو چھوتی ہوئی بلند ہمتی کے حامل تھے۔ مدرسہ چونکہ شہر کے ایک کونے میں تھا، بعض اوقات ہمیں کام کرنیوالوں کی ضرورت پیش آتی اور وہ ہمیں میسر نہ ہوتے تو شیخ خالصتاًاللہ سبحانہ وتعالی کی رضاء کے لیے بغیر دنیوی معاوضہ کے وہ کام کردیتے تھے۔ آپ نے اپنے لیے خود اپنے ہاتھوں سے گارے اور پتھروں کا ایک کمرہ بنایا تھا۔ آپ کے جانے کے بعد بھی ایک عرصہ تک طلبہ اس میں سکونت پذیر رہے۔ اللہ آپ پر بے پایاں رحمت نازل فرمائے اور آپ کو جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ آمین

افغانستان پر امریکی حملے کے بعد

امریکی وصلیبی اتحاد کی افغانستان پر یلغار امارت کے صوبہ کابل اور شمالی ولایتوں سے پسپا ہونے کے بعد شیخ کے بہت سے قائدین شہید ہوگئے اور آپ کے مجموعہ کے بہت سے عناصر جو آگ برستے ہوئے خط اول (یعنی فرنٹ لائن) میں تھے، خائنین کے ہاتھوں قید ہوئے۔ جیسے مزار شریف میں دوستم کے ہاتھوں اور بعض صوبہ کابل میں۔ اس طرح امریکیوں نے شیخ کے معسکر پر دھاوا بول دیا جو کہ مشہور پہاڑ جبل ملک کی جانب واقع تھا اور امریکی طاقتیں مجاہدین کے ساتھ سخت الجھ پڑیں تو یہ بھائی سخت گھیراؤ میں شہید ہوگئے اور یہ ۳۰ کے لگ بھگ شہداء تھے۔

مصائب وآلام شیخ پر موسلادھار بارش کی طرح برس رہے تھے، آپ بہت زیادہ غم میں ڈوبے ہوئے شہداء کے جسموں کو منتقل کرنے کے لیے آئے۔ مگر اللہ کی تقدیر پر آپ راضی تھے اور اپنے نفس کو اللہ سبحانہ وتعالی کے سپرد کرچکے تھے۔

قائد محمود پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنے بھائیوں کو قید خانوں سے نکالا:

شیخ پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے مجاہدین بھائیوں کو قید سے نکالنے کی جدوجہد کی۔ وہ یوں کہ آپ ایک قائد کے پاس آئے اور ان کا حلیہ بدل کرا نہیں بہت سامال زادراہ دیکر فرمایا کہ اللہ کا نام لیکر اپنے بھائیوں کو قید خانوں سے نکالنے کے لیے چلے جاؤ۔ اس لیے کہ آپ کو یقین تھا کہ یہ خائنین درھم ودینار کے بندے ہیں اور آپ نے ان سے کہا مال یا کسی اور حوالے سے مت پریشان ہونا، مال میرے ذمہ ہے۔ سو وہ بھائی مزار شریف چلے گئے اس لیے کہ اکثر بھائی شبرغان جیل میں قید تھے۔ اور ان کی تعداد ۱۲۰ سے بھی زیادہ تھی۔ اور اس بھائی نے بھی ایک طرح سے کبھی دوسری طرح سے بھائیوں کو نکالنے کی کوششیں شروع کردیں۔ شیخ اموال جمع کرنے صاحب ثروت لوگوں کے پاس فرداًفرداً جاتے اور ان کے دروازے کھٹکھٹاتے اور بہت مشکلوں سے مال جمع کرکے اس بھائی تک پہنچاتے، حتی کہ انہوں نے ان قید خانوں سے تقریباً سارے مشہور قائدین نکال لیے جیسے شیخ حافظ غلام اللہ، قائد محی الدین وغیرہ

شیخ عبدالرشید حفظہ اللہ فرماتے ہیں؛ شیخ کے بڑے امتیازات میں سے یہ ہے کہ آپ پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے اپنے جانباز مجاہدین کو خائنین کی گرفت سے نکالا۔

سقوط کے بعد شیخ رحمہ اللہ کے کارنامے:

آپ دوسرے وہ شخص ہیں جنہوں نے پسپائی کے بعد اپنے عاجز سے مجموعہ کو لے کر جہاد کا آغاز فرمایا۔
شیخ عبدالعزیز جہادیار فرماتے ہیں؛ ہمیں شیخ نے جمع کرکے ایک مشاورتی مجلس منعقد کی اور بھائیوں سے سوال کرتے ہوئے کہا؛ ہماری اسلامی حکومت تھی اور ہمیں قدرت اور شوکت حاصل تھی، پھر اللہ نے اسے ہمارے ہاتھوں سے نکال دیا۔ اب ہم کیا کریں؟ جہاد یا کچھ اور؟ تو بھائی کہنے لگے: ہم جہاد کے منکر نہیں لیکن شیخ اب اقتدار امریکیوں کے قبضہ میں ہے وہ بحر وبر کا مالک ہو چکا۔ آپ کسی جگہ کارروائی کرنا چاہیں تو وہ نہیں چھوڑے گا۔ شیخ نے فرمایا: ایسا ہے تو قرآن وسنت سے واضح کوئی دلیل لے آؤ، جسے ہم اللہ کے حضور جہاد کے حوالے سے عذر گردان کر سکے، پھر ہم اپنے مدارس اور گھروں کو لوٹ جائیں گے، پس آپ نے سب کو گنگ اور خاموش کرادیا۔ پھر جب آپ نے دیکھا کہ وہ سب خاموش ہیں کوئی دلیل نہیں پاتے ہیں، تو آپ نے بات بڑھائی، فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ کوئی واضح چیز نہیں پار ہے؟ جو ہمیں جہاد سے معذور قرار دے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم جہاد کریں اور اس عظیم مہم کا آغاز کریں اور جب ہم جہاد شروع کردیں پھر دشمن ہمیں قتل کردے یا ہمارے ہاتھ، پاؤں کاٹ ڈالے، ہم بروزِ قیامت اللہ کے حضور عذر پیش کریں گے اور کہیں گے کہ اے اللہ! ہم نے آپ کے حکم جہاد کو شروع کیا لیکن ہم کمزور تھے، اور ہمارے ساتھ وہ کیا گیا جو آپ کے سامنے ہے۔

شیخ محمد رفیق جنھیں شیخ نے اپنی زندگی میں مالی نگران مقرر فرمایا تھا، فرماتے ہیں: شیخ نے ہمیں جمع کیا تاکہ ہم یہ کام شروع کریں اور ہم ۱۷ بندے تھے آپ ہمیں لے کر ایک گھاٹی کے پاس چلے گئے ہم وہاں ۴۰ دن ٹھہرے رہے اور ان ایام میں ہمیں سخت ترین پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں سے ایک بہت بڑی پریشانی کہر کا قہر تھا (ہلاک کن سردی) وہاں پانی بھی نہیں تھا۔ ان ایام کے دوران ہم وضوء اور غسل جنابت کے لیے تیمم کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بھائیوں نے شیخ سے شکوہ بھی کیا اور کہا کہ یہ کارروائی ممکن نہیں کہ ہم کر سکیں۔ ہمارے پاس کچھ مشین گن کے علاوہ اسلحہ بھی نہیں تھا۔ شیخ نے لوگوں سے کچھ اسلحہ عاریۃً لیا۔ ہمارے پاس ایک ہی کار تھی شیخ نے عاریۃً لوگوں سے ایک اور گاڑی لے لی۔ ہم پہلے عملیہ کی طرف گئے اور یہ مشہور شوٹو کارروائی ہے۔ یہ اندازاً سال ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۰۰۲ء یوم عرفہ کو ہوئی۔

شیخ محمد امین فرماتے ہیں؛ شیخ اللہ تعالیٰ کی ذات پر خوب توکل رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ دوسرے وہ شخص ہیں جنہوں نے افغانستان سے مجاہدین کی پسپائی کے بعد انتہائی تھوڑی سی جماعت کے ساتھ گھمسان معرکوں کا آغاز فرمایا، ایک ایسے وقت میں کہ جب ناامیدی سب پر غالب آچکی تھی اور کوئی بھی اپنی زبان پر مجاہد کا نام لانے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ شیخ امین بات آگے بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایک دن شیخ میرے گھر آئے اور فرمایا: ہم نے دوبارہ جہاد کا آغاز کر دیا اور ہم دو عملیات کر چکے ہیں۔ اور پھر مجھے ان کی مکمل تفصیل بھی بتائی پھر مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں ان کا اسلحہ، ذخائر اور گاڑیاں اپنے پاس کسی خفیہ جگہ رکھوں، یہ انتہائی مشکل تھا، اس لیے کہ دشمن کا مکمل کنٹرول تھا اور کسی بھی وقت کسی کو قید کر لیا جا سکتا تھا۔ میں نے آغاز ہی میں گاڑی رکھنے سے انکار کیا، اور میں نے ان سے عرض کیا: میرے بس میں نہیں کہ میں گاڑی چھپا سکوں، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے ساتھ عملیہ میں شرکت کروں۔ وہ جہاں کہیں اور جب کبھی ہو۔ لیکن شیخ نے مجھ سے کہا؛ گھبرا ؤمت! مجھے تم پر تعجب ہے، آج تم ایک گاڑی کو چھپا کر نہیں رکھ سکتے تو جب ہمارے پاس ۳۰ یا ۴۰ ہوں گی تو پھر کیا کرو گے؟ اے شیخ! اللہ پر بھروسہ کرو! بے شک وہ چاہتا ہے کہ مجاہدین سے کمزوروں کی مدد کرے اور ان کے لیے ان کا وہ دین ممکن بنائے جو اس نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے۔ اور غالب دنیا کو ذلیل اور شکست سے دوچار کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا امر ہے، اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم جہاد کریں سو میں نے اس حکم پر عمل کیا، میں اس سے نصر مبین کا یقین رکھتا ہوں۔ لہذا آپ پر لازم ہے کہ ہماری اشیاء کی حفاظت کریں

شیخ محمود رحمہ اللہ ہمیں واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے؛ میں اپنے مجموعہ کیساتھ گھاٹیوں میں آیا، اور وہاں ہم ۴۰ دن ٹھہرے رہے۔ بہادر قائد ملاداداللہ شہید رحمہ اللہ پلان ترتیب دیتے رہے تاکہ ہم مختلف جگہوں میں ایک ساتھ عملیات شروع کریں۔ پس جب کارروائی کا مقررہ وقت آیا تو میں قائد ملاداداللہ رحمہ اللہ سے ملا اور میں نے ان سے پلان کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: جب تک ہم اس کے لئے لیس نہ ہو جائیں تو اس منصوبے کی تکمیل کے لیے ہم موافق نہیں۔

اور شیخ (محمود رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: بہر حال میں نے تو کارروائی (شوٹو کاروائی)، پھر میں اس مہم کے بعد اسی گھاٹی میں جاملا جہاں پہلے تھا۔ میں نے انہیں کامیاب کاروائی کی تفصیلات بتائیں۔ ملاداد للہ رحمہ اللہ نے مجھ سے پوچھا کتنے گرفتار ہوئے اور کتنے قتل کیے؟ میں نے جواب دیا:

میں تو آپ کا شاگرد ہوں۔ میں نے جتنے کفار اور ان کے گماشتے قتل کیے تھے ان کے بارے میں بتادیا اور یہ بھی بتایا کہ میں نے گرفتار کوئی نہیں کیا اس لیے کہ اسباب اس کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔

میرا اس گفتگو سے مقصد یہ بتانا ہے کہ وہ دن کتنے مشکل ترین اور پریشان کن تھے۔ اس لیے کہ امریکی جاسوس ہر جگہ پھیل چکے تھے۔

شیخ نے یہ بھی بتایا کہ جب ہم نے یہ کارروائی کرلی اور صحیح وسالم مال غنیمت کے ساتھ لوٹ آئے تو سب میرے پاس آتے اور پوچھتے آپ نے کیسے یہ کاروائی ترتیب دی؟ اس لیے کہ ایسے وقت اور ایسے اسلحہ کے ساتھ یہ جرأت مندانہ فدائی عمل ایک ناممکن کارروائی تھی۔

پھر شیخ رحمہ اللہ اپنے مجموعہ کے ساتھ شب خون مارتے تھے حتی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر دیشو اور خانشین شہر فتح فرمادیے۔

اور اسی زمانے میں یعنی ۸ سال قبل برامچہ مجاہدین کا مرکز بن گیا اور ان کے لیے آزاد علاقہ بن گیا۔ وہاں سے دیگر شہروں اور ولایتوں کے لیے کارروائیاں ترتیب دی جانے لگیں۔ شیخ رحمہ اللہ مسئول تونیمروز کے تھے لیکن آپ ھلمند وقندھار اور فراہ اور ھرات کے مجاہدین کو بھی کمک فراہم کیا کرتے تھے، اور وہ امارت اسلامیہ افغانستان کے عسکری حلقے کے ایک مضبوط اور چست رکن تھے، آنے والی سطور میں ہم عسکری حلقے کے حوالے سے تعارف پیش کریں گے۔

عسکری ہیئت (حلقہ) اس عسکری مجموعہ کے نام ہے جو ۲۹ افغان ولایتوں کے عسکری قائدین پر مشتمل ہے۔

اور یہ هئیت مندرجہ ذیل امور کا اجراء کرتی ہے:

جہادی عملیات کے لیے عسکری پروگرام کے خط بندی کرتا اور ان کا نفاذ،
افغان ولایتوں میں مجاہدین کی تنظیم اور تیاری
آزاد علاقوں میں مجاہدین کی ٹرینگ کے لیے معسکرات کا سنگ بنیاد رکھنا
(مجلۃ الجہاد، العدد (89 ،(ص 42 ، صفر 1413 ہـ.ق اغسطس 1992 م)

شیخ رحمہ اللہ کا تعلیمی امور کا اہتمام اور مدارس کا اجراء:

عظیم قائد محمود رحمہ اللہ جب بھی کوئی علاقہ فتح کرتے وہاں طلبہ کے لیے ان چیزوں کا اہتمام فرماتے تھے۔ کیوں کہ آپ کے شیخ علامہ محمد سربازی رحمہ اللہ نے آپ کو اس کام کی خصوصی وصیت فرمائی تھی۔

ڈاکٹر ابوریحان بلوچی کہتے ہیں؛ ایک مرتبہ ہم شیخ التفسیر والحدیث علامہ محمد سربازی رحمہ اللہ کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھے تھے تو شیخ رحمہ اللہ نے قائد محمود کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

آپ پر لازم ہے کہ جو علاقہ بھی فتح کریں اس میں مدارس و مکاتب کا قیام عمل میں لائیں۔

امارت اسلامیہ کے عہد میں شیخ نے دیشو میں ایک بڑا مدرسہ قائم کیا تھا۔ چھ سال پہلے میں نے وہ مدرسہ دیکھا وہ بہت بڑا تھا لیکن برباد تھا۔ اس لیے کہ خائنین جب اس پر قابض ہوئے تو اس مدرسہ کے ایک جانب اپنا مرکز بنایا اور مدرسہ کے کمروں کے دروازے اکھاڑ کے بیچ ڈالے، اسی طرح انہوں نے کھڑکیاں اور چھت کے شہتیر، لوہا وغیرہ قیمتی اشیاء سب چرالیں اور یہاں تک کہ وہ مدرسہ کتوں کا ٹھکانہ بن گیا۔ پھر جب اللہ نے شیخ کے ہاتھ پر برامچہ کو فتح فرمایا تو آپ نے وہاں طلبہ کے لیے ۳ مدارس بنائے ہر مدرسہ میں کم وبیش اڈھائی، تین سو طلبہ پڑھتے ہیں۔

آپ کی حساسیت و تجربہ:

شیخ محمد امین حفظہ اللہ فرماتے ہیں شیخ محمود انتہائی دوراندیش اور حساس تھے، آپ لوگوں کو پہچاننے میں انتہائی تجربہ شناس تھے، واقعہ یوں ہوا کہ ہم شمال کے خط اول میں تھے وہاں ایک شخص تھا جو مجاہدین میں دیوانہ مشہور تھا، وہ مجاہدین سے گھل مل جاتا اور مجاہدین بھی اسے مجنون خیال کرتے اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے، یعنی کوئی پرواہ نہ کرتے، حتی کہ شیخ نے اس کو دیکھتے ہیں شک کا اظہار کیا۔

ہوا یوں کہ ایک مرتبہ دشمن نے بدخشانی مجاہدین کی خندق پر بمباری کی۔ ہم حملہ کے بعد شیخ کے ساتھ ملبہ سے لاشیں نکالنے کے لیے گئے تو دیکھا کہ طیارے پھر سے منڈلا رہے ہیں۔ شیخ نے مجھے حکم دیا کہ جاؤ اور اس مجنون کو قابو کر کے لے آؤ میں نے کہا: اس کا کیا کریں گے وہ تو مجنون ہے۔

فرمایا: لیکن میرا تجربہ یہ ہے کہ وہ جاسوس ہے پس وہ مجنون جہازوں کا انتظار کر رہا تھا جب وہ بمباری کے لیے آنے لگے تو اس نے فرار ہونا چاہا، ہم نے اسے قابو کر لیا اور تحقیق کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ وہ جاسوس ہے۔اور اس نے انکشاف کیا کہ میرے ساتھ ے جاسوس اور بھی ہیں۔

آپ کی جہادی خدمات:

شیخ مولوی محمد امین حفظہ اللہ فرماتے ہیں: شیخ کی مایہ ناز صفات میں سے ایک صفت دوسروں کی خدمت کرنا ہے۔آپ بذاتِ خود مجاہدین کے لباس اور جبے سیتے تھے،اسی طرح ان کے لئے پانی گرم کر کے لاتے،اسلحہ کی میل کچیل کو پٹرول سے دھوتے اور اس کی درستگی کرتے۔اور انہیں جدید خطوط پر تیار کرتے تاکہ وہ جنگ میں اوروں سے پیچھے نہ رہیں۔آپ ان کی رہنمائی کے لئے بہت زیادہ اہتمام اور انتہائی جدوجہد فرماتے۔
پھر جب مجاہدین کا ہرات پر غلبہ ہوا تو انہیں پورے دن ایک آلو ملتا پھر بعد میں خشک دودھ کا بھی اضافہ ہوا تو ہم اس نعمت پر بہت خوش ہوئے اور ہم نے آپ کے سامنے گوشت کی بھی چاہت رکھی۔آپ ہماری دلجوئی فرماتے اور فرماتے صبر کرو! ابھی گوشت موجود نہیں۔
اور ہاں! ہم اور وہ اس وقت طالب علم تھے اور ابھی علوم شرعیہ سے فارغ نہ ہوئے تھے۔مگر شیخ تو تمام مشکلات اور تکالیف میں ایک بلند پہاڑ اور مضبوط چٹان کے مانند تھے اور آپ ہمیں صبر کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔

آپ کی بہادری:

شیخ محمد امین فرماتے ہیں؛ میں بہت سی کارروائیوں میں شیخ کے ساتھ شریک رہا۔میں نے آپ کو آگے بڑھنے والا شیر پایا جو موت سے بالکل بھی نہ ڈرتے تھے۔میں نے ایک معرکہ میں انہیں دیکھا کہ وہ مجاہدین کو بلند آواز سے پکار رہے ہیں اور انہیں ہدایات دے رہے ہیں جبکہ دشمن ان پر ہجوم کیے ہوئے اور انہیں ہر طرح کے اسلحہ سے نشانہ پر لیے ہوئے تھا۔لیکن شہید قائد بے پرواہ ہو کر مجاہدین کو احکامات دے رہے تھے،اور انہیں رہنمائی دیتے ہوئے وصیت فرمارہے تھے اور اسی لمحے میں وہ ایک شیر کی طرح اعداء اللہ پر دھاڑ رہے تھے۔آپ برامچہ کا علاقہ مرتدین کے قبضے میں جاتے ہوئے دیکھ کر تھوڑا بہت پریشان ضرور ہوتے مگر ڈرتے نہ تھے۔

ورع وتقویٰ:

آپ عاجز، صاحب ورع، بردبار تھے،اور آپ شرور کو مٹانے والے اور حق کی نصرت اور اسے مضبوط کرنے والے تھے۔ آپ کے تقوی کے حوالے سے ایک خاکہ شیخ محمد امین حفظہ اللہ کے لفظوں میں کچھ یوں ہے؛

آپ جب بھی کسی مدرسہ میں ٹھہرتے، ہر کام سے پہلے وہاں کھانے کی قیمت ادا کرتے۔

ایک دن میں شیخ کیساتھ ایک معاون خیر کے ہاں گیا۔ ہم نے ان کے پاس کھانا کھایا پھر جب ہم اس کے گھر سے واپس اپنے ہاں لوٹے تو شیخ نے جو کچھ کھایا تھا قے کر دیا، پھر میری طرف دیکھا اور فرمایا جاؤ اور گوشت کے متعلق پڑتال کرو جو ہم نے اس کے پاس کھایا تھا وہ کہاں سے آیا تھا؟

ایک مدت کے بعد میں گیا اور میں نے اس سے گوشت کے بارے پوچھا اس نے کہا: ایک معاون خیر طلبہ کے لئے اونٹ لایا، لیکن اس وقت طالب علم موجود نہیں تھے تو ہم نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ پھر میں نے شیخ کو یہ بتلایا تو آپ نے فرمایا: اسی وجہ سے وہ میرے پیٹ میں نہ رہا۔

ایسے ہی ایک دن اساتذہ گوشت بھون رہے تے اور کلیجی وغیرہ اپنے لیے بنا رہے تھے کہ شیخ نے یہ منظر دیکھا تو آپ بہت غمگیں ہوئے اور انہیں اس سے روکا اور فرمایا یہ طلبہ کا حق ہے ان کے بغیر تمہارے لیے حلال نہیں۔اور آپ فرماتے تھے اپنے کاموں میں تقوی کو شعار بنالو اور ایسے ہو جاؤ جیسے اکابرین اور اولیاء کے خدام ہوتے ہیں۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو نہ تو تم بڑے کہلانے کے مستحق ہو اور نہ ہی آزاد لوگوں میں تمہارا شمار ہو گا۔

شیخ رحمہ اللہ کی سخاوت:۔

اللہ کے راستے اور نیک بندوں کی خدمت میں بے حساب مال لگانے میں آپ بڑے فراخ دل واقع ہوئے تھے۔ آپ مجاہدین کے درمیان ہدایہ تقسیم کرتے تھے اور اس میں سے اپنا حصہ نہ نکالتے تھے اگر کبھی لیتے تو بہت تھوڑا۔

شیخ محمد امین فرماتے ہیں؛ میں ایک مرتبہ شیخ کے ساتھ ایک بڑے مالدار آدمی کے پاس تھا۔ اس نے آپ کی خدمت میں بہت سامال پیش کیا، شیخ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور وہ مال مجھے ہدیہ کر دیا اور فرمایا؛ اس مجاہد کو میری نسبت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ اس کے ہاں ایک مریض ہے۔

شیخ جہادیار فرماتے ہیں؛ایک مرتبہ شیخ ہمیں اپنے اساتذہ کی زیارت کے لیے لے گئے۔ سو جب ہم وہاں گئے اور آپ کے اساتذہ اور مدرسہ کی زیارت کی تو آپ نے اپنے شیخ کو کچھ مال ہدیہ کرنا چاہا، لیکن آپ کے پاس مال نہیں تھا اور ایک بھائی کے پاس تھا وہ حج کے لیے جانا چاہتے تھے۔ آپ نے ان سے قرض لے کر اپنے شیخ کو ہدیہ کیا۔ مجھے دکھ ہوا لیکن انہیں کچھ نہ کہا، پھر ان کے شیخ نے کہا اگر تم فلاں علاقے کو جاؤ تو وہاں میرے ایک شاگرد سے ملاقات کرکے اس کے لیے اور اس کے مدرسے کے لیے دعا کر دینا۔ جب ہم اس مدرسہ میں گئے تو متہمِ مدرسہ مشکلات کے بارے میں بتانے لگے اور حالات کی تنگی کا تذکرہ کرنے لگے۔ شیخ نے اس بھائی سے کچھ قرض لیا اور انہیں ھدیہ کر دیا۔ ہم وہاں سے نکلے تو میں شیخ پر ناراض ہوا اور عرض کیا آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنی جیب میں کوئی پیسہ نہیں لیکن قرض لے کر اوروں کو دیے جاتے ہیں۔ آپ نے مجھے دیکھا اور فرمایا: مجھے یقین ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے یہ عطا کر دے گا۔ حتی کہ ہم واپس آ گئے۔ جب اپنے علاقے پہنچے تو ایک معاونِ خیر آیا اور ایک لاکھ روپے دیکر کہا یہ بیت المال کے لئے ہے، پھر چالیس ہزار نکالے اور کہا یہ آپ کی ذات کے لئے ہے۔ شیخ جہادیار کہتے ہیں؛مال آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا، دیکھو! کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ جو میں نے دیا اللہ کا اس بدل عطاء فرمائے گا اور کہا، یہ نہ سمجھو! یہ میرے لیے ہے۔ بلکہ در حقیقت یہ تمہارے اموال ہیں۔ مجھ میں تم سے زیادہ کوئی خاص بات نہیں سوائے اس کے کہ میں گویا تمہارا امیر ہوں اور لوگ امرا کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو انہیں تحفے تحائف پیش کرتے ہیں۔

آخری خواب اور شہادت:

شیخ محمد امین فرماتے ہیں؛آپ نے شہادت سے کچھ عرصہ قبل خواب دیکھا کہ آپ کی تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ چکا ہے اور دانے گر رہے ہیں آپ انہیں روکنا چاہتے ہیں لیکن روک نہیں پاتے، پھر آپ نے اپنے اس خواب کی خود ہی تعبیر فرمائی کہ میرے قائد عنقریب شہید ہو جائیں گے۔ سو معاملہ ایسے ہی ہوا۔ آغاز میں میدانی قائد کبیر احمد رحمہ اللہ کی شہادت ہوئی جن کا مرثیہ شاعر کبیر فقیر محمد درویش نے کہا ہے۔ پھر قائد مولوی محی الدین اور قائد مفتی نصر اللہ رحمہا اللہ شہید ہوے اور اسکے بعد قائد شیخ مولوی محمود (سیف اللہ) رحمہ اللہ شہادت سے سرفراز ہو کر اپنے لفظوں کو حقیقت بنا گئے۔

انہوں نے جہاد، بہادری اور دعوت فی سبیل اللہ میں ایک عمر لگائی تھی۔اور ایسی قوم میں جہاد کی تجدید فرمائی جن کا جہاد میں بہت ہی معمولی حصہ تھا۔انہوں نے امن وایمان اور سلامتی واسلام کے ساتھ ١٦، اشخاص کے ہمراہ اپنی روح ذات باری تعالی کے سپرد کر دی۔اور وہ سب اپنے خوابوں اور امیدوں کے ساتھ بروز جمعہ ٢٣ جمادی الاولی ١٤٢٨ھ بمطابق آٹھ جون۔2007 کو کامیاب وکامران ہو گئے۔اور یہ شہادت علاقہ تاغز ضلع خانشین، ہلمند کے قریب امریکی فضائی حملے میں ہوئی۔اناللہ واناالیہ راجعون۔

(مجلة الجهاد، العدد (89 ،(ص 42 ، صفر 1413 ہـ.ق اغسطس 1992 م.)

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (27) ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (28)
فَادْخُلِي فِي عِبَادِي (29) وَادْخُلِي جَنَّتِي (30) (الفجر)

(اور جو اللہ کے فرماں بردار تھے ان کے بارے ارشاد ہو گا) کہ اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کے (جوار رحمت) کی طرف چل، اس طرح سے کہ تو اس خوش وہ تجھ سے خوش، پھر (ادھر چل) کر تو میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا کہ (یہ بھی نعمت روحانی ہے) اور جنت میں داخل ہو جا۔

اگرچہ دشمن نے ہمیں ایک بڑے شیخ سے محروم کر دیا ہے۔لیکن وہ انہیں ہمارے سینوں سے نہیں نکال سکتا۔آپ ہماری آنکھوں سے اگرچہ اوجھل ہو گئے لیکن آپ کی دل آویز مسکراہٹ ہمارے دل میں اب بھی نقش ہے۔اور آپ کے خوشبوؤں بھرے تذکرے آپ کے ہزاروں شاگردوں اور بیٹوں کی زبانوں پر جاری ہیں، جو مسلسل آپ کے عہد کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں اور انہی راستوں پر بالاخر ان سے جا ملیں گے جن کا ٹھکانہ اللہ کی طرف سے مغفرت کا پروانہ ہے۔

اللہ ہمارے شیخ اور تمام شہداء پر رحم فرمائیں اور ان سے راضی ہو جائے اور انہیں خوش کر دے اور اپنی جنتوں میں داخل فرما۔اور ان کا حشر اپنے انعام یافتہ بندوں، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ، صدیقین، شہداء وصالحین کے ساتھ فرما، اور یہ کیسے ہی اچھے رفیق ہیں۔

تحریر: سعداللہ بلوچ



شہید مولوی اختر محمد عثمانی رحمہ اللہ

امارتِ اسلامیہ افغانستان کے اعلیٰ جہادی کمانڈر شہید مولوی اختر محمد عثمانی رحمہ اللہ کی سیرت زندگی اوران کی جہادی سرگرمیوں کا مختصر جائزہ۔

ولادت:

شہید مولوی اختر محمد عثمانی (رحمہ اللہ) 1965ء کو افغانستان کے صوبہ ہلمند میں واقع جوشالی میں مولوی نور محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔ مولوی نور محمد علاقے کی مشہور شخصیت اور محترم عالم دین تھے۔

ابتدائی تعلیم

شہید مولوی عثمانی نے ابتدائی تعلیم اپنے محترم والد سے اور گاؤں کے مدرسے میں حاصل کی۔ بعدازاں بیشتر پڑھائی کی خواہش دل میں لیے سنگین علاقے کے مشہور و معروف مرکزی مدرسے کا رُخ کیا۔ اسی دوران افغانستان پر روسی افواج نے چڑھائی کردی اور نوجوان اختر محمد دیگر افغان نوجوانوں کی طرح جنگ میں مصروف ہوگئے۔ دریں اثناء انہوں نے مدرسے کی بھاگ ڈور بھی سنبھال لی اور کئی سالوں تک خدمتِ دین میں مصروف رہے۔

اعلی دینی تعلیم

افغانستان سے روسی فوجوں کے نکلنے کے بعد شہید عثمانی مزید دینی تعلیم کے لیے ہمسایہ ملک پاکستان تشریف لے گئے جہاں انہوں نے چند بڑے اور مشہور مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ اسی طرح شہید موصوف نے سال 1415ھ کو دارالعلوم حقانیہ سے دورہ حدیث مکمل کرکے فراغت حاصل کی۔

اسلامی تحریک طالبان میں شمولیت

شہید عثمانی ایک ایسے وقت میں تعلیم مکمل کر کے فارغ ہوئے جب قندھار میں پھیلی افراتفری کو مٹانے کے لیے اسلامی تحریک طالبان کا قیام عمل میں لایا جا چکا تھا۔
عین اس وقت جب شہید اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے گھر یعنی صوبہ ہلمند کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں انہوں نے تحریک طالبان کی شکل میں اُمید کی ایک نئی کرن دیکھی۔ یہ وہ وقت تھا جب تحریک طالبان اپنے ابتدائی دنوں میں ویش اور سپین بولدک جیسے سرحدی علاقوں پر قبضہ کر چکی تھی۔
جناب عثمانی صاحب نے اپنے دینی فریضے کا پاس رکھتے ہوئے اس نوآموز اسلامی تحریک جسے لوگ طالبان کے نام سے جانتے تھے، کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ اور ان کا یہ ساتھ شہادت کے حصول تک قائم رہا۔

شہید عثمانی کا تحریکِ طالبان میں عسکری اور انتظامی کردار

شہید عثمانی امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے نہایت قریبی ساتھی تھے اور امارت اسلامیہ کے حکومتی کاموں میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ دورانِ حکومت اور اس کے بعد امریکیوں کے خلاف جہاد میں شہید عثمانی کا کردار نمایاں رہا اور ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔
ان کا پہلا سرکاری عہدہ قندھار شہر کے نائب چیف پولیس کی حیثیت سے تھا جس کے فوراً بعد ان کو اس اہم شہر کا چیف پولیس مقرر کر دیا گیا۔ بعد میں وہ قندھار فوج کے کور کمانڈر بنے اور چار سال یعنی امریکی جارحیت تک اسی عہدے پر فائض رہے۔
اس تمام جدوجہد کے دوران شہید عثمانی کا کردار بہت نمایاں رہا۔ جب طالبان برہان الدین ربانی کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے کابل پر چڑھائی کر رہے تھے تو شہید عثمانی پہلی صف یعنی چار آسیاب کی فرنٹ لائن میں موجود تھے۔ اسی طرح جب ہرات سے اسماعیل خان نے ہلمند پر حملہ کیا تو شہید عثمانی نے قندھار سے نکل کر اپنے سینکڑوں دوستوں کے ساتھ مل کر ایک دفاعی صف تشکیل دے کر ان کی پیش قدمی کو روکا۔ اسی طرح اسماعیل خان کی شکست کے لیے جس قافلے نے قندھار سے ہرات کا رخ کیا اس میں بھی شہید عثمانی شریک تھے۔ ملک کے شمالی محاذ پر بھی ان کا کردار نمایاں رہا۔ کئی مہینوں تک انہوں نے صوبہ بلخ کے انتظامی امور کی نگرانی کی اور پھر درہ صوف اور سنگچارک کے محاذوں میں بھی انہوں نے دشمن قوتوں سے نبرد آزمائی کی۔
مزار میں چند ایرانی باشندوں کے قتل کے بعد جب ایرانی حکومت نے افغانستان کی سرحد پر "ذوالفقار" نامی جنگی مشق کا آغاز کیا تو اس وقت ملکی سالمیت، دفاع اور اسلامی امارت کی حرمت کا پاس رکھنے کے لیے شہید عثمانی کئی سو مجاہدین کی رہنمائی کرتے ہوئے ایران کی سرحد پر پہنچ گئے۔

افغانستان پر امریکی جارحیت سے دو سال قبل، عالی قدر امیر المومنین کی طرف سے بھیجے گئے ایک وفد کی سرپرستی میں شہید عثمانی شمالی افغانستان کے دورے پر گئے۔ اس ایک ماہ میں شہید عثمانی نے تمام شمالی صوبوں کا دورہ کیا مختلف قبائلی اور دیگر شخصیات سے ملاقاتیں کی اور اس طرح انہوں نے عوام میں دینی اور فکری شعور کو بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے ایک ساتھی جو اس سفر میں ان کے ہمراہ تھے کا کہنا ہے کہ جناب عثمانی نے شمال کے سارے علاقوں کا گاؤں کی حد تک دورہ کیا اور وہاں جا کر اسلامی امارت کے منشور اور اہداف و مقاصد پر عمدہ طریقے سے روشنی ڈالی۔ اسی طرح انہوں نے دھیان کے ساتھ لوگوں کی شکایات اور خواہشات کو سنا اور ان کی مشکلات کا جائزہ لیا۔

امریکی جارحیت کے خلاف شہید عثمانی کا عسکری کردار:

امریکی جارحیت کے بعد شہید اختر محمد عثمانی نے اپنی ذمہ داریاں متانت اور صداقت کے ساتھ نبھائیں۔ امریکی حملے کے بعد موصوف کا کام مجاہدین کو دوبارہ یکجا اور متحد کرنا تھا اس راستے میں انہیں بے شمار مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن وہ ہمت نہ ہارے اور اپنے مشن کی تکمیل کے لیے جد وجہد کرتے رہے۔

امریکیوں کے خلاف جہاد کو از سر نو منظم کرنے کے لیے امیر المومنین کے حکم پر جس مجلس شوریٰ کو تشکیل دیا گیا اس میں شہید عثمانی بھی شامل تھے اور عین اسی وقت شہید عثمانی صوبہ ہلمند میں مجاہدین کے بالعموم کاموں کے نگراں بھی تھے۔ وہ اس دوران اپنی ذمہ داریوں کو نہایت خلوص اور محنت کے ساتھ انجام دیتے رہے

یہاں تک کہ 28 ذوالقعدہ 1427 ہجری مطابق 18/12/2006 ء کو ہلمند کے علاقے برامچہ میں دشمن کے ایک جاسوسی طیارے کے حملے میں شہادت پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

شہید عثمانی کی علمی اور جہادی شخصیت

شہید عثمانی کو اللہ تعالی نے نیک صورت اور سیرت سے نوازا تھا۔ان میں بہت خوبیاں تھی اور ان کا اخلاق نہایت اعلی تھا۔ شہید عثمانی شکل و صورت میں درمیانہ قد اور معتدل جسامت کے مالک تھے۔ان کا تعلق ایک علمی اور دینی خاندان سے تھا، اسی بنا پر تقویٰ اور دیانت داری ان کی ذات کا حصہ تھی۔ان کا دینی تعلیم سے اتنا لگاؤ تھا کہ جب وہ قندھار میں کور کمانڈر کی حیثیت سے کئی ذمہ داریاں نبھا رہے تھے تو اس وقت بھی وہ شہر کی جامع مسجد میں کتابیں پڑھتے اور طلبا کے دروس میں شرکت کرتے تھے۔ عثمانی کے چھوٹے بھائی جنھوں نے مختلف ادوار میں ان کا ساتھ دیا کہتے ہیں کہ موصوف نہ صرف ذاتی بلکہ حکومتی معاملات میں بھی نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے اور تقویٰ کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑتے۔ وہ کہتے ہیں کہ موصوف شہید نے کبھی ضرورت سے زیادہ خرچ نہیں کیا۔

اسی طرح ان کے بھائی کا کہنا ہے کہ شہید عثمانی نے اپنی حیات میں کبھی اچھی گاڑی، کھانے پینے یا عیش و عشرت کی طلب نہیں کی اور دیگر لوگوں سے بھی ان کی یہی خواہش تھی کہ وہ اس طرح کے کاموں سے پرہیز کریں۔

شہید عثمانی سخت عزائم اور بصیرت کے مالک تھے۔ وہ ہمیشہ صرف اور صرف اللہ تعالی پر توکل کیا کرتے تھے۔ جب امریکی بمباری کے نتیجے میں اسلامی امارت کی حکومت گری اور طالبان کو کوئی بھی پناہ نہیں دے رہا تھا تو اس وقت حالات بہت دشوار تھے۔ شہید عثمانی اس دوران مجاہدین کی تنظیم نو میں مصروف تھے۔امریکیوں نے ایک سابق کمانڈر عبدالواحد باغران کے ہاتھوں ان کو پیغام بھجوایا کہ آپ اسلحہ ڈال کر ہمارے ساتھ مل جائیں اور آرام کی زندگی گزاریں ورنہ آپ کو سخت انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔اس کے جواب میں امریکیوں کو شہید موصوف کی طرف سے ایمان سے لبریز جواب ملا۔ شہید نے انہیں پیغام بھیجا کہ:

"جہاد میرا ایمانی اور دینی فریضہ ہے۔اب جب حالات سخت ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اپنے ایمان سے پھر جاؤں۔ تم لوگ جو کرنا چاہتے ہو کر لو اور مجھے میرے اللہ کے حوالے چھوڑ دو۔"

شہید عثمانی کے قریبی ساتھیوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے مجاہدین کی فتح ونصرت کے لیے بہت سی صعوبتیں جھیلیں ۔ان کا کہنا ہے کہ جہاد کو مضبوط کرنے کے سلسلے میں انہیں مختلف جگہوں کا سفر کرناپڑتا جس دوران انہیں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرناپڑتا لیکن وہ نہایت اخلاص اوراطمینان سے وہ سب سہہ لیتے اور ہمت نہیں ہارتے تھے۔

شہید اختر عثمانی امارت اسلامی کے مالی معاملات کے سربراہ بھی رہے جہاں انہوں نے نہایت خلوص اور امانت داری کے ساتھ اپنے فرائض نبھائے۔

شہید عثمانی نہایت اعلی اخلاق کے مالک تھے۔جو کوئی بھی ان سے ملتاان کویوں لگتا جیسے وہ موصوف کو کافی عرصے سے جانتااور پہچانتاہو۔وہ سب ہی سے خندہ پیشانی سے ملتے اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے تھے۔ان کی ایک اور نمایاں خوبی فراخ دلی تھی۔وہ سب کے ساتھ اعتماد کی فضامیں کام کرتے اور بے جاشک وتردید سے گریز کرتے تھے۔

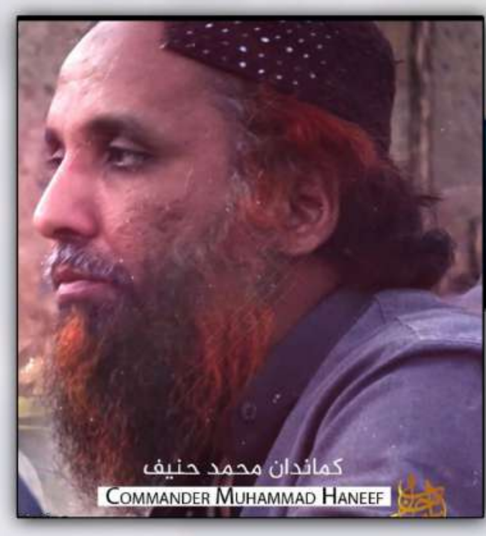
شہادت:

جیساکہ سطور بالامیں ذکر ہواشہید عثمانی امریکی فورسز کے آپریشن کے نتیجے میں شہید ہوئے۔اس وقت وہ طالبان قیادت کی طرف سے ہلمند صوبے میں تشکیل نو کے سربراہ مقرر تھے اوراس راہ میں بہت ساری مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے اپنی انتھک محنت اورایمانِ راسخ سے شہید موصوف نے ہلمند کو مجاہدین کا نیا گڑھ بنادیا۔اسی طرح جنگی معاملات کے ساتھ ساتھ شہید عثمانی دیگرامور میں بھی اپنابھرپور کردار نبھاتے رہے۔شہید عثمانی کے بانفوذ شخصیت ہونے کااعتراف سبھی کرتے ہیں۔ان کی سیاسی اور جہادی حکمت عملی کا اسلامی جہاد میں بہت بڑاکردار رہا۔

انہوں نے بالآخر اپنے اللہ کے راستے پر چلتے ہوئے ذی قعدہ1427 کی 28 ویں تاریخ مطابق 18/12/2006 کو ہلمند کے برامچہ علاقے میں امریکی ڈرون طیارے سے فائر کیے گئے ایک راکٹ حملے میں شہادت پائی۔

انہیں دیگر کئی گمنام شہداء کے ساتھ ایک علاقائی قبرستان میں سپرد خاک کیاگیا۔شہید عثمانی کے یادگار تین بیٹے اور دوبیٹیاں ہیں ۔اللہ سے دعاہے کہ ان کی اولاد کوان کے نقش قدم پر چل کراللہ کے دین اوراس کی مخلوق کی خدمت کرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین۔

تحریر عبدالرؤف حکمت



کماندان محمد حنیف رحمہ اللہ

عرف ضرار رحمہ اللہ

آپ کو سزائے موت سنائی گئی ہے جس کے سننے پر کمرہ عدالت آپ کی صدائے تکبیر سے گونج اٹھا اور شہادت کے شوق میں آپ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ یہ تھے مجاہدین کے شفیق قائد استاد محمد حنیف جو کہ بھائی ضرار کے نام سے مشہور تھے۔ کراچی کے رہائشی ضرار بھائی نے ابتدائے جوانی سے ہی اپنے آپ کو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ پاکستانی مسعکرات میں تربیتوں کے حصول کے بعد آپ امارت اسلامی کے ابتدائی زمانے میں شیخ اسامہ کے معسکرات میں تفصیلی تربیت کا موقع ملا۔ آپ نے مشہور عرب کمانداںوں سے فنون قتال سیکھے اور امارت اسلامی کے ایام میں شمالی اتحاد کے خلاف صف اول میں داد شجاعت دیتے رہے دوسری طرف آپ آزاد کشمیر میں قائم جہادی معسکرات میں سینکڑوں مجاہدین کو جنگی فنون سکھاتے رہے۔ آپ اپنی دلیری اور ایمانی غیرت میں شروع ہی سے ممتاز تھے۔ موت سے ڈرنا اور بزدلی گویا آپ کی لغت میں ہی نا تھا۔ جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کے ساتھ ساتھ آپ اصلاح اور تزکیہ نفس کے لئے اکابر علماء سے رجوع فرماتے۔ حضرت اقدس مفتی رشید احمد نور اللہ مرقدہ کے حلقہ ارادات میں داخل تھے۔ امریکی حملے کے وقت آپ اپنے عرب استادوں اور بالخصوص عزم وہمت کے پیکر شیخ ابو الفرج اللیبی فک اللہ اسرہ کے حکم پر کراچی تشریف لے گئے اور پاکستان میں امریکیوں اور ان کے سر کردہ غلاموں کے خلاف جہاد پر مامور ہوئے۔ آپ نے اپنے رفیق اور قائد بھائی عمران (حاجی ولی اللہ) کے ساتھ مل کر کراچی میں امریکہ اور اس کے فرنٹ لائن اتحادیوں پر حملے کئے۔ کراچی ہی میں آپ اور آپ کے رفقاء نے امریکی قونصلیٹ پر جون ۲۰۰۲ میں حملہ کیا۔ اس کے بعد خائن دین وملت، غلام امریکہ پرویز مشرف پر حملہ کی منصوبہ بندی کے دوارن آپ گرفتار ہوگئے۔ آپ پر انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت میں مقدمہ چلا آپ نے کمرہ عدالت میں ببانگ دھل امریکہ کے خلاف جہاد کرنے پر فخر کا اظہار کیا اور للکار کر کہا ہم نے جو بھی کیا ہے وہ قرآن وسنت کی پیروی میں کیا ہے۔

آپ نے دس سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی رہائی پاتے ہی آپ وزیرستان ھجرت کر گئے آپ جماعت کی مرکزی شوری کے رکن منتخب ہوئے اور مولانا عاصم عامر کے معاون خصوصی بھی رہے۔ آپ نے کراچی میں دشمنان دین امریکی غلام عسکری اداروں اور فسادی ٹولے ایم کیوایم کے خلاف کی کامیاب حملے کروائے



افغانستان میں ایک چھاپے میں صلیبیوں کے ساتھ مقابلے میں آپ کا جوان سالہ فرزندِ رشید سیف اللہ ضرار بھی شہید ہوا۔ جنوب غربی افغانستان میں آپ پر صلیبیوں نے چھاپہ مارا اور رات کے اندھیرے میں آپ کے گھر کو گھیر کر انہیں تسلیم ہونے کو کہا۔ آپ نے امریکیوں کو للکارا اور نعرہ تکبیر بلند کر کے کلمہ طیبہ اونچی آواز میں پڑھتے ہوئے صلیبیوں پر ٹوٹ پڑے۔ آپ نے گرینڈوں کے ذریعے امریکیوں پر حملہ کیا اور جوابی فائرنگ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اس طرح تقریباً ۳۰ سال پر مشتمل آزمائشوں سے بھری جہاد و قتال کی زندگی میں استقامت سے ڈٹے رہنے کے بعد آپ اپنے رب سے جا ملے۔ اللہ آپ سے راضی ہو جائے۔ آمین



قاری سیف اللہ فاتح شہید

رحمہ اللہ

5 فروری 2014 کو امریکا نے امارتِ اسلامیہ کے تین رہنماؤں کے نام بلیک لسٹ میں داخل کیے- ان میں سے ایک نام قاری سیف اللہ صاحب کا تھا- اس وقت جب میڈیا میں ان ناموں کا کثرت سے تذکرہ ہو رہا تھا یہ نام بہت سے لوگوں کے لیے انجان تھا- بسا اوقات لوگ یہ سوال بھی کرتے تھے کہ اتنی اہمیت کا حامل یہ مجاہد ہے کون؟ جس کو امریکا جیسا سپر پاور بھی اپنے لیے خطرہ سمجھتا ہے مگر اپنے ہی وطن کے لوگ ان کے نام تک سے ناواقف ہیں

حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں استعماری طاقتوں کو ٹھکانے ان گمنام مجاہدین نے لگایا اور کاری ضربیں لگائیں جن کی قومی اور عالمی سطح پر کوئی شہرت ہے اور نہ ہی انہیں مشہور ہونے کا کوئی شوق ہے۔ وہ لوگ جو بڑے شوق اور اخلاص سے قوم کے درمیان سے کفر کی جارحیت کے خلاف میدان میں نکلے — مسجد، مدرسہ اور حجرے کی زندگی کو الوداع کہا- خاص اللہ کی رضا اور دین کی سربلندی کے لیے ہتھیار اٹھائے خاموشی اور گمنامی سے عالمی فرعونی قوتوں کو ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ بالاخر انہیں پسپائی اور فرار پر مجبور کر دیا-

اس طرح کے گمنام مجاہدین میں سے ایک شہید سیف اللہ فاتح بھی تھے، جنھوں نے اپنے مخلصانہ کردار اور کارناموں سے اللہ کے دشمنوں میں خود کو ایک خطرناک اور مؤثر مجاہد کے طور پر منوایا تھا جس کی وجہ سے انہیں بلیک لسٹ میں ڈال دیا گیا۔

شہید قاری سیف اللہ صاحب کا مختصر تعارف:

شہید قاری سیف اللہ اغا محمد آکا کے بیٹے ہیں- 1397 ہجری قمری سال میں صوبہ زابل کے مرکز قلات کے علاقے ''دراز'' میں ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے تھے- ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے پیش امام سے حاصل کی- پھر صوبہ زابل کے جلدک کے علاقہ میں خلیفہ ملا محمد گلاب صاحب جو جلدک آغا صاحب کے نام سے بھی شہرت رکھتے ہیں، کے مدرسہ میں حفظ قران کیا اور پھر اسی میں مدرس مقرر ہوگئے۔ مدرس ہونے کے ساتھ موصوف شہید اپنا تعلیمی سلسلہ بھی آگے بڑھاتے رہے-

جلدک آغا صاحب جو علم و فضل اور روحانیت و معنویت سے معمور گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں- قاری صاحب ان کی مجلس اور صحبت سے بھرپور استفادہ کرتے رہے- انہیں کے فیضانِ صحبت سے اپنے آپ کو تقوی، اخلاص اور صفاتِ حسنہ سے آراستہ کرتے رہے- یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قاری صاحب زابل کے دیگر مدارس میں بھی حفظ کے مدرس کی حیثیت سے زندگی گذار چکے تھے اور قرآن کریم کے بہت سے حفاظ تیار کر چکے تھے۔

جہادی زندگی:

روس کے خلاف جہاد کی کامیابی کے بعد جب انتشار اور فساد کی فضا سی بن گئی اس وقت مشہور جہادی قائدین میں سے ایک غلام نبی جہادیار شہید بھی تھے- قاری سیف اللہ ان کے سرکردہ افراد میں سے تھے، جنھوں نے ملک کے مختلف شہروں اور علاقوں میں جہادی خدمات سرانجام دیں- موصوف افغانستان کے شمال میں مختلف علاقوں میں جہادی سرگرمیوں میں حصہ دار رہے ہیں جن میں اندراب، نہرین اور دیگر بہت سے مقامات شامل ہیں بعد میں جب جہادیار صاحب نے زابل میں مدرسہ بنایا تو قاری صاحب نے مدرسہ میں استاد اور ناظم کی حیثیت سے کام شروع کیا- اس کے ساتھ جہاد کے لیے اسفار بھی کرتے رہتے-

جہادی خدمات کے دوران ایک دفعہ صوبہ تخار میں سخت زخمی ہوگئے اور ایک پاؤں کی قربانی دی- مگر پاؤں کے جانے اور اس قدر معذور ہونے کے باوجود بھی ان کے ارادے کسی تزلزل کے شکار نہیں ہوئے، بدستور پوری اولوالعزمی سے زندگی کے آخری سانس تک اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جدوجہد جاری رکھی-

افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد جب قندہار میں ملا غلام نبی جہادیار ایک جنگ کے موقع پر شہادت سے سرفراز ہوئے تو اس وقت قاری صاحب ان کے جانشین بن گئے- قاری صاحب نے یہیں سے جہادی امور کو منظم کرنے کے لیے کمربستہ ہو کر مستقل کام شروع کیا اور عظیم خدمات سرانجام دیں- مختلف شہروں اور متعدد علاقوں میں نمایاں رہے-

امریکا کے خلاف جہاد میں کردار:

قاری سیف اللہ شہید نے سب سے پہلے امریکا کے خلاف اپنے صوبہ زابل میں گوریلا جنگیں شروع کیں۔ان کے گروپ کے مجاہدین بھی زابل شہر میں ہی دشمن کے مراکز کو نشانہ بناتے رہے بعد میں یہ سلسلہ دیگر شہروں کی طرف بھی بڑھادیا۔ان جہادی خدمات کے ساتھ موصوف امارتِ اسلامیہ کے کئی اہم عہدوں کو بھی سنبھالتے رہے۔شروع میں زابل صوبائی عسکری کمیشن کے رکن رہے۔پھر صوبہ زابل کے گورنر کے معاون مقرر کئے گئے اور تین سال یہ ذمہ داری نبھاتے رہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب پورے افغانستان میں استعمار کے خلاف جہادی تحریک عروج پر پہنچ چکی تھی۔ان شہروں میں سے ایک زابل شہر بھی تھا جہاں کے اکثر اضلاع میں بالخصوص مرکز میں اور کابل قندہار کے مین شاہراہ پر دشمن کو سخت سے سخت ضربیں پڑتی تھیں۔صوبہ زابل کے گورنر کے معاون کی حیثیت سے کئی سال گزارنے کے بعد۔2011 میں عسکری کمیشن کے بارودی مواد کی ترسیل کے ذمہ دار تعینات ہوگئے۔اسی ذمہ داری پر مکمل نوسال رہے اور قابل قدر اور قابل فخر خدمات سرانجام دیں

وہ ہتھیار جس نے استعمار کو شکست دی:

امریکا جیسی فرعونی طاقت کو شکست سے دوچار کرنا مدد الہی اور نصرت خداوندی کے ذریعہ مجاہدین کو الہامی طور پر کچھ ایسی ٹیکنالوجی اور تدابیر بتلائیں جن کے سدباب کے لیے امریکا جیسے ترقی یافتہ ملک اور ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کے مالک کے لیے کوئی تدبیر نہ تھی۔نہ ان کے پاس اس کی کچھ تیاری تھی۔امریکا کو شکست دینے والے دیگر تمام آلات،وسائل اور تدبیروں کے ساتھ دواہم چیزیں ایسی تھیں جن کی وجہ سے دشمن ہمیشہ بھاری نقصانات اٹھاتارہا۔ان دو میں سے ایک تو فدائی اور استشہادی حملہ تھاجو دشمن کے غرور کو خاک میں ملادیتا تھا۔دوسرا زمینی خودساختہ بم تھاجو گھی کے ڈبہ میں بنایاجاتاتھااور روزانہ کے حساب سے دشمن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتاتھا۔

امریکا کے خلاف ہونے والے جہاد میں ہمارا ایک قابل فخر کارنامہ اور لائق تحسین کامیابی یہ ہے کہ یہ جہاد بیرونی طاقتوں کی امداد کے بغیر ہوا ہے۔کسی بھی ملک نے مالی امداد دی ہے اور نہ ہی اسلحہ اور بارود مہیا کیے ہیں۔یہ مجاہدین کی اپنی ذہانت اور خداداد صلاحیت تھی جو رب کی مہربانی سے بہت ہی معمولی چیزوں سے بارود بناتے اور پھر انہیں گھی کے ڈبوں میں جمع کرتے تھے اور پھر اسی ڈبہ سے امریکا کے فولادی ٹینکوں کو پارہ پارہ کرکے ہوا میں اڑایا کرتے تھے

شہید قاری سیف اللہ، مولوی احمد مصطفی اور اس میدان کے دیگر شہسواروں نے دس سالوں میں مجاہدین کو ایسے کفر شکن اسباب اور وسائل پہنچانے میں بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے، جسے جہاد کی تاریخ میں زریں حروف سے لکھا جانا چاہیے۔

انہوں نے ملک کے مختلف علاقوں میں دستیاب وسائل، خداداد ذہانت اور خود ساختہ فارمولوں سے جہادی صف کو ہتھیار اور اسلحہ کے حوالے سے بے نیاز کر دیا اور اس لائق بنا دیا کہ اسی بنیاد پر امریکی ٹیکنالوجی کا غرور خاک میں ملا دیں۔

جہادی کارواں کا یہ قافلہ اور اس کی داستاں بھی دیگر تمام شعبوں کی طرح دلچسپ ہے، جس میں اخلاص، ایثار اور فداکاری کی انتہا ہے۔ اس کو تاریخ میں زیر بحث لانے کی ضرورت ہے۔ تاکہ آئندہ آنے والی نسل کو عزم و حوصلہ، تحقیق و جستجو اور سختیوں کے زمانہ میں کم وسائل سے زیادہ کام لینے کا ہنر آجائے۔

قاری صاحب کے ان جرات آموز ولولوں سے بھرپور داستانوں کو اگر تاریخ میں جگہ ملی تو یہ تاریخ کے اوراق میں قربانیوں اور جراتوں کے عظیم باب کا اضافہ ہو گا۔ اُنھوں نے پورے نو سال دن رات ایک کر کے اپنی کٹی ہوئی ٹانگ اور معذور جسم کے باوجود ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کیا۔ جہادی افراد اور جماعتوں کو ہر کونے تک بارودی مواد پہنچاتے۔ اور پھر انہیں بھی منظم طریقے سے ترتیب کے مطابق تقسیم کرتے۔ وہ باوجود یہ کہ امریکا کے بلیک لسٹ اور اس کے انتہائی مطلوبہ افراد میں سے تھے، پھر بھی انہیں خوف اور ڈر کا حساس تک نہیں تھا۔ شہادت کے وقت تک اپنی خطرناک، حساس اور باریک ذمہ داری پوری جانفشانی اور اولوالعزمی سے نبھاتے رہے۔

بلیک لسٹ میں آنے کی وجہ:

ایک مشہور مقولہ ہے کہ حق کی پہچان کرنے کے لیے باطل کے واروں کو دیکھا جائے کہ اس کا رخ کس سمت ہے؟ جس کو باطل کے تیر لگیں گے وہی حق ہے۔ اس وقت امریکا عالمی طاغوتی قوتوں کا حکمراں شمار ہوتا ہے۔ اب طاغوت کا یہ سرغنہ جب کسی کو اپنے بلیک لسٹ میں شامل کرتا ہے اور اسے گرفتار کرنے اور ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے تو یہی مطلوب ہونا اسی شخص کی دیانت اور سچی مسلمانی کی دلیل بنے گی۔

امریکا نے-2014 میں دیگر متعدد مجاہدین اور امارتِ اسلامیہ کے اہم افراد کے ساتھ قاری سیف اللہ فاتح کا نام بھی بلیک لسٹ میں شامل کر دیا۔

اس حوالہ سے 8 جنوری-2014 کو بی بی سی ویب سائٹ نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے:
امریکا کی وزارتِ خارجہ نے طالبان کے ایک کمانڈر قاری سیف اللہ کو خطرناک افراد کی لسٹ میں شامل کیا ہے-امریکی فوج ایک فرمان کی رو سے اب یہ جواز رکھتی ہے کہ ان افراد کو گرفتار کرنے اور قتل کرنے کے لیے امریکا یا کسی بھی ملک میں آپریشن کرے-اسی فرمان کی رو سے امریکی فوج قاری سیف اللہ کے ساتھ کسی ڈیل کا جواز نہیں رکھتی-

کہا جاتا ہے کہ قاری سیف اللہ صوبہ زابل میں گورنر کے معاون کی حیثیت سے اپنا کام کرتا تھا-وہ اسی صوبہ میں بعض عسکری عملیات کی سربراہی کے ذمہ دار بھی ہے-وزارت خارجہ کے فرمان کے مطابق قاری سیف اللہ کے اکاونٹ بلاک کر دینے چاہییں اور امریکا کے سفر پر پابندی لگا لینی چاہیے-ویب سائٹ کے مطابق وزارتِ خارجہ نے یہ اقدام وزارتِ خزانہ اور اور وزارت قانون کے مشورہ اور تعاون سے اٹھایا ہے-امریکا کا دعوی ہے کہ قاری سیف اللہ کو اس لیے بلیک لسٹ میں شامل کیا ہے کہ وہ خطرناک کاموں اور حملوں میں ملوث رہا ہے-وزارت کہتی ہے کہ ملزم صوبہ زابل میں افغان اور بیرونی افواج پر حملوں کی کمانڈ کرتا تھا اور اپنے ماتحتوں کو حکم دیا تھا کہ ریاستی اور حکومتی اداروں کو اپنے حملوں کا نشانہ بنائیں
جنوری-2012 میں اس شخص نے اپنی سربراہی میں افغانستان کے اندر رومانی فوج پر حملہ کیا- ستمبر-2011 کو قاری سیف اللہ نے ایک فرد کو صوبہ زابل کے شاجوی میں واقع تعمیر وترقی کے مرکز PRT پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا تھا-نومبر-2010 میں سیف اللہ نے اپنے ایک کمانڈر کو زابل مرکز اسلحہ بھیجنے کا حکم دیا تھا تاکہ قلات شہر کے استعماری مرکز کو حملوں کا نشانہ بنادے-امریکا کی وزارتِ خارجہ کے بلیک لسٹ کے ساتھ اقوامِ متحدہ کے بلیک لسٹ میں شامل افغانوں کی تعداد-137 تک پہنچتی ہے شہید قاری سیف اللہ کے بارے میں بی بی سی کی رپورٹ اور امریکا کی وزارتِ خارجہ نے اپنے اعلامیہ میں یہ بات تو درج کی ہے کہ ہم قاری صاحب کے تمام اکاونٹ بلاک اور تمام مالیتیں ضبط کریں گے- مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ قاری صاحب شہید مادیات سے بے پرواہ وہ درویش صفت مؤمن تھے جن کا کوئی اکاونٹ تھا اور نہ ہی کوئی دنیوی جائیداد- کبھی انہوں نے دنیوی عیش وعشرت کے لیے کوئی تگ ودو نہیں کی-انہوں نے اپنا مال اور تن صرف اللہ کے دین کے لیے وقف کر رکھا تھا

شہادت:

شہید قاری سیف اللہ فاتح شروع میں ملک کے جنوبی مغرب کے چودہ صوبوں کے بارودی مواد کے تیار کرنے، منتقل کرنے اور تقسیم کے ذمہ دار تھے۔ جس میں انہوں نے زندگی کا ایک ایک گوشہ اور ایک ایک لمحہ صرف کیا۔ تاکہ مجاہدین اپنے موٹر بموں اور بارود سے دشمن کے خلاف جہادی کارروائیوں میں ہر دم پیش پیش رہیں۔

چونکہ قاری صاحب اپنی ذمہ داری پورے اخلاص وایثار کے ساتھ نبھاتے رہے اس لیے امارتِ اسلامیہ کی قیادت نے ان کے آخری ایام میں پورے افغانستان کے تمام صوبوں میں انہیں یہ ذمہ داری سونپی۔ قاری صاحب پورے ملک کے لیے اسفار کرتے، تاکہ مجاہدین کو بروقت بارودی مواد پہنچنے میں کوئی مشکل نہ ہو۔ گذشتہ برسوں میں قاری صاحب نے عیدالفطر کے بعد زابل سے اپنا سفر شروع کیا اور صوبہ ننگرہار تک گئے جس میں دو مہینے لگے۔ اسی سفر کے بعد عیدالاضحی گزرنے کے ساتھ ہی قاری صاحب نے شمالی صوبوں کے اسفار شروع کیے۔ ہلمند، فراہ، ہرات، غور، بادغیس، فاریاب، جوزجان اور بلخ تک پہنچ گئے۔

آخر میں قندز اور بغلان کا سفر شروع کیا، ارادہ یہ تھا کہ بدخشان تک کے تمام علاقے خود قریب سے دیکھ لیں۔ وہ سمنگان کے درہ یوسف سے گزرنے والے تھے کہ دشمن نے ڈرون حملہ سے انہیں نشانہ بنایا اور یوں قاری صاحب سولہ محرم الحرام ۱۴۴۱ھ کو صبح نو بجے اپنے تین ساتھیوں سمیت شہید ہو گئے۔

موصوف جو اس سے پہلے اپنے دو بھائیوں کی قربانی دے چکے تھے، نے یہ ایک ایمان افروز نذرانہ پیش کیا کہ پورا جسم ڈرون حملہ میں لہولہان نہیں بلکہ جل کر خاکستر ہو گیا تھا۔ صرف ایک مصنوعی ٹانگ تھی جو اپنے آہنی سلاخوں کی وجہ سلامت رہی تھی۔ اور اسی سے ان کی شناخت کی گئی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ



شخصیت کی خصوصیات:

گزشتہ چند سال سے میں جن برگزیدہ مجاہدین کی سوانح لکھ رہا ہوں ان میں ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ یہ سب وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے اپنے دین کے لیے منتخب کیا ہے۔ یہ آپس میں یکساں نوعیت کی صفات رکھتے ہیں۔ ان خصائل میں سے ایک قیام اللیل اور تہجد کی نماز اور اللہ کے حضور خفیہ طور پر گریہ وزاری ہے۔ میں نے جب بھی امریکا کے خلاف عظیم کارنامے سرانجام دینے والے مجاہدین کی داستانِ حیات کی کرید کی ہے تو معلوم ہوا ہے کہ یہ سب تہجد اور رات کے اندھیروں میں اللہ کے سامنے اپنی عاجزی اور دعا کے عادی ہیں۔ دن کو اگر یہ لوگ عزم واستقامت کے پیکر، جہاد کے علمبردار، میدان کارزار کے شہسوار ہیں تو رات کی تاریکیوں میں اپنی پیشانی خاک پر گرنے والے، شب زندہ داری کرنے والے، اپنے خدا کے آگے ندامت کے آنسو بہانے والے لوگ ہیں۔ انہیں لمحات میں وہ رب سے ناز و نیاز کرنے والے ہیں۔ یہی وہ مقدس طاقت ہے جو ان کی زندگی اور مشن میں برکت ڈالتا ہے اور ان کے دماغ و بازو کو قوت بخشتا ہے۔ ان کی تلواروں کے لیے صیقل کا کام دیتا ہے اور اسی کی بدولت اللہ پاک ان کے ہاتھ پر ایسے فتوحات ظاہر کرتا ہے جس سے ظاہر بین عقل عاجز آجاتی ہے۔

شہید قاری سیف اللہ فاتح رات کے آخری پہر، تہجد اور اندھیری فضاء میں رب کے سامنے عجز اور دعا کے عادی تھے۔ موصوف کے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ حالات کچھ بھی ہوں مجال ہے کہ قاری صاحب کی تہجد کی نماز چھوٹ جائے۔

ان کے ایک ساتھی مولانا جمیل صاحب کہتے ہیں ایک دن ہم ہلمند سے روانہ ہوگئے۔ روزگان گئے۔ پھر وہاں سے چنار تو گئے۔ وہاں سے زابل کی طرف روانہ ہوئے، راستہ بہت زیادہ خراب تھا بمشکل رات گئے وہاں پہنچے اور عشاء کی نماز پڑھ کر تھکے ہارے سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ قاری سیف اللہ کب سے بیدار ہو چکے ہیں، وضو بھی کر چکے ہیں اور کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ تھکاوٹ سے چور اس حالت میں جب ان کی تہجد کی نماز نہیں چھوٹی تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ عام حالات میں پھر کبھی نہیں چھوڑی ہوگی۔

ایک اور ساتھی ملا عبداللہ اسی طرح کا واقعہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ ایک جہادی سفر سے تھکے ہارے واپس آ گئے- رات میرے ہاں گزاری- سونے سے پہلے مجھ سے کہا کہ ایک لوٹا پانی یہاں رکھ کر جاو- ہو سکتا ہے وضو کی ضرورت پڑ جائے- گرمی کا موسم تھا لوگ باہر سہن میں سوتے تھے، میں قاری صاحب کی کھانسی کی آواز پر جاگ گیا- میں اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے میں جھانکا تو دیکھتا ہوں کہ قاری صاحب نیند سے بیدار ہو چکے ہیں اور اپنی مصنوعی ٹانگ کی سیٹینگ میں مصروف ہیں- دیر تک مصروف رہنے کے بعد اسے سیٹ کرنے میں کامیاب ہوئے پھر وضوء بنایا اور اپنی چادر مٹی پر بچھادی- اس پر بڑے خشوع اور خضوع سے کھڑے ہوئے- نماز پڑھنی شروع کی- میں نے جب ان کی تھاوٹ کو دیکھا- پھر آدھی رات کا یہ جاگنا- صرف اس کی ٹانگ کو سیٹ کرنے میں کتنا وقت لگتا تھا؟ تو اپنے آپ پر افسوس ہوا کہ صحت اور تندرستی کے باوجود بھی ہم اس وقت کی عبادت اور اس کی لذت سے کیوں محروم ہیں؟

اللہ تعالی شہید قاری صاحب کے تمام اعمال صالحہ قبول فرمالے اور ان کی برکتیں ہمیں بھی نصیب فرمادے۔
آمین یارب العالمین

تحریر: قاری عبدالستار سعید





شیخ القرآن والحدیث شیخ دوست محمد رحمہ اللہ

رحمہ اللہ

شیخ دوست محمد کے والد کا نام حاجی سفر محمد اور دادا کا نام لعل محمد تھا۔
1377ھ ق سال میں افغانستان کے مشرق میں صوبہ نورستان کے علاقے کانتوا میں پیدا ہوئے۔ شیخ دوست محمد رحمہ اللہ کی پیدائش ایک دیندار گھرانے میں ہوئی۔ 7 سال کی عمر میں اپنے والد سے دینی تعلیم شروع کی۔ چونکہ وہ بچپن ہی سے بہت ذہین اور ذکی تھے۔ والد کی خواہش تھی کہ اپنے بیٹے کو دینی علوم سے اراستہ کریں۔ اس لیے اپنے علاقے کانتوا کے ایک عالم دین مولانا اختر محمد کے ساتھ انہیں پڑوسی ملک پاکستان بھیج دیا شیخ صاحب ان کے ساتھ قبائلی علاقے باجوڑ میں 4 سال رہے۔ وہاں ان سے فقہ کی ابتدائی کتب اور عصری علوم پڑھے۔ بقیہ ابتدائی، ثانوی اور اعلی علوم دیگر مختلف مدارس میں جید علماء سے حاصل کیں۔
احادیث کی کتابیں صحاح ستہ-1401ھ ق میں پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخوا میں مشہور دینی ادارے دار العلوم نعمانیہ چارسدہ میں اپنے عصر کے معروف محدث مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ اور سالانہ امتحان میں ممتاز نمبروں سے کامیاب ہوئے اور اسی مدرسے میں دستار فضیلت باندھا۔ چونکہ انہیں احادیث نبوی سے بے انتہا محبت تھی اس لیے احادیث کی کتابیں دوبارہ دار القرآن صوابی میں معروف عالم دین شیخ القرآن مولانا محمد طاہر رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث مولانا محمد یار بادشاہ رحمہ اللہ سے پڑھیں۔

احادیث کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر بھی صوابی ہی میں انہی شیوخ کرام سے پڑھیں اور ایک مرتبہ قرآن کریم کی تفسیر مولانا عبدالسلام صاحب رحمہ اللہ سے بھی پڑھی

علمی مقام اور تدریسی زندگی :

شیخ صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالی نے بڑا علمی شان اور مقام دیا تھا۔ان کے شاگردوں کے علاوہ ان کے سبق کے ساتھی اور معاصر علماء بھی ان کے علمی تفوق کا اعتراف کرتے تھے۔ شیخ صاحب نے تمام مروجہ علوم سے سات سال کے عرصے میں فراغت حاصل کرلی فراغت کے سال وہ عمر کے لحاظ سے انتہائی کم عمر تھے۔ ان کے چہرے پر داڑھی نہیں تھی مگر اعلی استعداد کی وجہ سے اپنے ہم درس ساتھیوں کے درمیان بخاری شریف کی تلاوت کا اعزاز انہیں بخشا گیا تھا۔

شیخ رحمہ اللہ انتہائی ذہین تھے۔جو مسئلہ ایک بار کسی کتاب میں پڑھ لیا وہ سالہا سال تک ان کے حافظے میں رہتا۔ان کی علمی قوت اور متانت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی طویل تدریسی زندگی میں کبھی سوال کرنے پر ناراض نہ ہوئے اور نہ ہی کبھی کسی سوال سے صرف نظر کیا۔ خصوصا تفسیر کے درس میں مختلف سوالات ہوتے رہتے اور وہ جواب دیتے رہتے۔

شیخ صاحب کو مطالعے کا بہت شوق تھا۔یہی وجہ تھی کہ شیخ صاحب کو کتابوں کی کئی عبارتیں اور مشکل لغات یاد ہوتیں۔ مطالعے میں شیخ رحمہ اللہ کا پہلا انتخاب احادیث کی کتابیں رہتیں۔دوسرے درجے میں تفسیر کا مطالعہ انہیں پسند تھا۔ مطالعے میں عجیب نکات انہیں زیادہ اچھے لگتے تھے۔

انہیں عجیب عجیب واقعات یاد ہوتے۔ کبھی جب کوئی عجیب واقعہ ہوتا تو وہ ساتھیوں کو وہ واقعات انتہائی محبت سے سناتے۔ فراغت کے بعد انہوں نے دینی علوم کی تدریس شروع کردی۔ قبائلی علاقے میں باجوڑ ایجنسی کے علاقے ترخہ میں مولانا عبدالجبار صاحب کے مدرسہ تعلیم القرآن میں تقریبا-22 سال احادیث نبوی اور دیگر علوم کی خدمت میں مصروف رہے اسی طرح جب وہ اس علاقے سے دیر گئے اور وہاں شیرین گل کے گاؤں میں رہنے لگے وہاں بھی علم اور مطالعہ میں مصروف رہتے۔

اس عرصے میں وہ طلباء کو دورہ حدیث کے ساتھ ساتھ فنون کی ہر طرح کی کتابیں پڑھاتے رہے۔

اور چھٹیوں میں موطا امام مالک، موطا امام محمد، معانی الآثار للطحاوی رحمہ اللہ، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی اور اسی طرح کی دیگر کتابیں جو پوری نہیں پڑھائی جاتیں انہیں بالاستیعاب پڑھاتے۔انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

العقد الفريد في اثبات الفرد الشرعي من التقليد ،الدرر السنية ،الترجمان لعقائد الشبان ،البرهان الساطع على عدم اعتبار اختلاف المطالع ،تنبيه الانام عن حقيقة الدين والاسلام، هدية الكتوري في مقدمة الترمذي ، نداء البراءة والجهاد ،المسدسات في مباحث الجهاد، خطبات مجاهد، نداء الفرسان لاهل البصيرة والايمان ، دروس الجهاد ،تحفة الاحرار

دینی دعوت اور شریعت کے نفاذ کی کوشش:

شیخ دوست محمد شہید رحمہ اللہ اگرچہ افغانستان صوبہ نورستان کے رہنے والے تھے۔ مگر ڈیورنڈ لائن کے دونوں جانب لوگوں میں انہیں مقبولیت حاصل تھی۔ لوگوں کا ان پر اعتماد تھا۔ باجوڑ اور آس پاس کے علاقوں میں وہ ایک ممتاز اور صاحب علم شخصیت کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے ان کا اصل مشغلہ دینی درس وتدریس تھا۔ اس کے ساتھ معاشرے کی اصلاح اور شریعت کے نفاذ کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے۔ وہ اکثر کہا کرتے کہ مسلمانوں کے موجودہ خراب حالات کے ذمہ دار دنیا پر حاکم غیر شرعی اور ظالمانہ مغربی نظام ہیں۔ مسلمانوں کی عزت اور سربلندی کا دور تب ہی واپس آسکتا ہے جب اسلامی ممالک میں صدر اسلام کے دور کا نظام قائم کر دیا جائے۔ مسلمانوں پر حاکم صرف اسلامی قانون اور شریعت کو ہونا چاہیے۔ اور شریعت جو ہمہ پہلو اور ایک مکمل نظام ہے اس پر عمل کیا جائے۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ بہت پہلے سے اس بات کے خواہشمند تھے کہ اسلامی امارت یا خلافت کا قیام عمل میں لایا جائے۔ افغانستان میں جب طالبان کی تحریک اٹھی اور خلافت کے منہج پر اسلامی نظام کی بنیاد رکھی گئی۔ شیخ دوست محمد شہید رحمہ اللہ نے ہر حوالے سے تحریک کا بھرپور تعاون کیا۔ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ امارت اسلامیہ کی تشکیلات میں شامل ہو گئے۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کے ہاتھوں پر بیعت کی اور شہادت کے لمحے تک اس بیعت پر قائم رہے۔ شیخ صاحب جو اس وقت دینی علوم کی تدریس فرما رہے تھے اپنے اثر ورسوخ کی بناء پر انہوں نے بڑی جہادی خدمات انجام دیں۔ کنڑ اور نورستان کے کچھ علاقوں میں امارت اسلامیہ کے حوالے سے غلط پروپیگنڈہ کیا جا رہا تھا اور کچھ لوگ چاہتے تھے کہ امارت اسلامیہ کے خلاف عوام کو ابھاریں۔ مگر شیخ صاحب نے اپنے دعوتی مہم کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی کی۔ اسلامی نظام کے فائدے بتائے اور اس کی ضرورت کا احساس دلایا یہاں تک کہ وہاں اکثر عوام پورے اخلاص سے مجاہدین کی حمایت کرنے لگے

انہوں نے اپنی دعوتی مہم میں کنڑ اور نورستان کے مختلف علاقوں کے دورے کیے اور بہت سے مخالف رہنماؤں کو مذاکرات اور دعوت کے ذریعے امارت اسلامیہ کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر راضی کر دیا۔ نورستان کا ضلع کامدیش جنگ کے بغیر فتح شیخ صاحب ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا

امریکی جارحیت کے خلاف جہاد:

جب امریکی جارحیت پسندوں نے افغانستان پر حملہ کیا اور اس کے خلاف مسلح جہاد کا آغاز ہو گیا۔ شیخ دوست محمد صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے پوری جرأت اور سنجیدہ فکر سے مالی ، دعوتی اور مسلح جہاد کا آغاز کر دیا۔ انہوں نے امریکی جارحیت کے وقت باجوڑ ایجنسی اور افغانستان کے دیگر سرحدی علاقوں میں سینکڑوں عام افراد کو جہاد کے لیے تیار کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے مجاہدین کے لیے وسیع پیمانے پر مالی تعاون کی مہم بھی چلائی۔

امریکی جارحیت کے آغاز کے وقت باجوڑ، مالاکنڈ، کنڑ اور نورستان کے دیگر مضافاتی علاقوں سے شیخ صاحب کی دعوت پر ہزاروں مجاہدین نفیر عام کی صورت میں دشمن کے مقابلے کے لیے کھڑے ہوئے اور اسلام کے لیے ہر طرح کی قربانی کا وعدہ کیا۔ جن میں سے کچھ جہاد کے میدان میں بھی گئے۔ اس بڑے عوامی جہادی تحریک اور نفیر عام میں شیخ دوست محمد صاحب کا بھی بڑا کردار رہا۔ بعد میں جب کابل امریکیوں کے زیر تسلط آ گیا تب بھی شیخ صاحب آرام سے نہیں بیٹھے بلکہ ہر وقت جہادی کوششوں میں مصروف رہے۔

جارحیت کے ابتدائی سالوں میں شیخ صاحب ہمیشہ اس کوشش میں تھے کہ عوام میں جہادی روح بیدار کی جائے اسی مقصد کے لیے انہوں نے آڈیو تقریریں ریکارڈ کرائیں، تحریری پیغامات اور خطوط تیار کیے اور پھر انہیں عوام میں پھیلا دیا۔ تاکہ لوگ جہاد کی فرضیت سے واقف ہو جائیں اور امریکیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے لیے ایک محاذ تشکیل دیا اور صوبہ نورستان میں جہادی کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔

صوبہ نورستان جو افغانستان کی سطح پر امریکیوں کے خلاف ایک مضبوط مورچہ سمجھا جاتا ہے۔ اس صوبے کی جہادی تحریک کی قیادت شیخ صاحب کرتے رہے۔ شیخ دوست محمد صاحب امارت اسلامیہ کی تشکیلات میں صوبہ نورستان کے گورنر یا جہادی ذمہ دار کی حیثیت سے فرائض نبھاتے رہے۔ وہ نورستان اور تمام مجاہدین کے استاد اور رہنما تھے کیوں کہ اس صوبے کے تقریباً تمام جہادی گروپوں کے امیر ان کے شاگرد رہے تھے ۔ جنہوں نے جہاد شروع بھی ان کی ہدایت پر ان کی قیادت ہی میں کیا تھا۔ اس لیے نورستان کی جہادی کامیابیاں شیخ صاحب کا کارنامہ سمجھا جاتا ہے

شیخ صاحب کی قیادت میں نورستان کی فتوحات:

24جولائی-2002کو جب امریکی فوج نورستان میں داخل ہوئی تو کامدیش کے علاقے میں مجاہدین نے مارکونڈہ میں ایک امریکی مرکز پر حملہ کر دیا جس میں-14 خارجی فوجی ہلاک اور کئی زخمی ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں امریکی اس علاقے سے فرار ہو گئے۔

2جون کو ضلع کامدیش کے علاقے کوٹیامیں مجاہدین نے دشمن پر کامیاب حملہ کیا۔نورستان میں مجاہدین کی جانب سے امریکیوں پر ہونے والا یہ سب سے بڑاحملہ تھا۔اس جنگ میں مجاہدین کے ہاتھوں جنرل براؤن نامی بڑاامریکی فوجی جنرل بھی ہلاک ہو گیا جس کی لاش اور اسلحہ بھی مجاہدین کے ہاتھوں میں آگیا۔

اگست-2007کو ضلع وانت وائیگل میں ایک اہم جہادی رہنما مولوی حضرت عمر فاروقی اپنے-150 ساتھیوں کے ساتھ ارنس گاؤں میں بڑے امریکی ائیر بیس کے گرد لگے خاردار تاروں اور حفاظتی مورچوں کو کراس کرتے ہوئے ائیر بیس میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ائیر بیس میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے امریکی فوجیوں اور نیشنل آرمی کے اہلکاروں پر حملہ کر دیا۔یہ حملہ 2 گھنٹے تک جاری رہا جس کے نتیجے میں ائیر بیس طالبان کے ہاتھوں فتح ہو گیااور گاؤں کے وہ لوگ جو نیشنل آرمی میں شامل ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس حملے میں-16امریکی اور-14 نیشنل آرمی کے فوجی ہلاک ہو گئے۔مولوی فاروقی اور ان کے پانچ ساتھی بھی اس جنگ میں شہید ہو گئے۔جنگ کے آخر تک امریکی ائیر بیس خالی کر کے وہاں سے فرار ہو گئے

5رجب-1429ھ ق کو ضلع وانت وائیگل کے علاقے جمچ گل میں جارحیت پسندوں کا بہت بڑامرکز جو اسٹریٹجک حوالے سے انتہائی اہم تھا۔مجاہدین کے مسلسل حملوں سے خالی ہو گیااور بہت سا غنیمت مجاہدین کے ہاتھ آیا۔

13جولائی-2008کو مجاہدین نے وانت کے مرکزی ائیر بیس پر بہت بڑاکامیاب حملہ کیا جس میں درجنوں امریکی فوجی ہلاک ہو گئے

2008ہی میں ضلع کامدیش کے علاقے گوہر دیش میں ڈبہ بیس پر مجاہدین نے کامیاب حملہ جس کے نتیجے میں-16 خارجی اور داخلی فوجی ہلاک ہو گئے اور آخر میں جارحیت پسندوں نے یہ ائیر بیس خالی کر دیا۔

ذی قعدہ-1430ھ ق کے مہینے میں-500 مجاہدین نے کامدیش میں تین بڑے مراکز اور مڑو، کمواور شرپیٹ پر گروپ حملہ کیا۔ جس میں-67 خارجی اور 9 داخلی فوجی ہلاک ہو گئے۔ اور-43 پولیس اور نیشنل آرمی کے اہلکار قیدی بن گئے۔

آخر میں ضلعی کمشنر آفس، پولیس ہیڈ کوارٹر، مرکزی ائیر بیس اور دیگر دفاعی چیک پوسٹ مکمل طور پر مجاہدین کے ہاتھوں میں آگئے۔ ان کامیاب آپریشنوں نے افغانستان کے عام حالات پر بڑا گہرا اثر ڈالا۔ مغربی ذرائع ابلاغ پر امریکی کامیابیوں کے حوالے سے ہونے والا سارا جھوٹا پروپیگنڈا جیسے دریا برد ہو گیا۔ یہاں تک کہ امریکیوں کے سربراہ جنرل میک کرسٹل نے کہا کہ مزید-40ہزار فوجی اگر افغانستان نہ بھیجے گئے بہت جلد پورے افغانستان میں ہمیں نورستان کی سی صورتحال کا سامنا ہو گا۔

13نومبر-2009 کو ضلع برگمتال کے علاقے بدین شاہ میں خارجی اور داخلی فوجیوں نے رات کو جارحیت کی۔ جارحیت کے کچھ دیر بعد مجاہدین کی جانب سے سخت مزاحمت شروع ہو گئی۔ یہ مقابلہ 6 گھنٹے تک جاری رہا جس میں-80 خارجی اور داخلی فوجی ہلاک ہو گئے

29مئی-2010 کو مجاہدین نے ضلع برگمتال میں کامیاب حملہ کیا جس میں یہ ضلع مکمل طور پر دشمن کے وجود سے خالی ہو گیا۔

6اپریل-2008 ضلع دوآب کے گاؤں شوک پر خارجی جارحیت پسندوں نے جارحیت کر دی۔ علاقے کے مجاہدین کی جانب سے انہیں سخت مزاحمت کا سامنا ہوا جس کے نتیجے میں دشمن کے دو ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہو گئے اور بالآخر دشمن پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ اس معرکے میں دشمن کے بہت سے جنگی وسائل مجاہدین کے ہاتھ آئے۔

2011 میں مجاہدین نے ضلع دوآب پر گروپ حملہ کر دیا۔ بہت دیر تک جاری رہنے والے اس جنگ کے بعد یہ ضلع مکمل طور پر فتح ہو گیا اور بہت زیادہ مال غنیمت مجاہدین کے ہاتھ آگیا۔

7نومبر-2012 کو ضلع نور گرام کے علاقے کلہ گوش میں جارحیت پسندوں نے اپنا بڑا پی آرٹی اس کی سٹریٹجک اہمیت کے باوجود مجاہدین کے مسلسل حملوں کے باعث خالی کر دیا۔

18جولائی-2008 کو غازی آباد کے مجاہدین نے ڈب بروڑہ کے علاقے میں خارجی جارحیت پسندوں کے خلاف کارروائی کی۔ جس میں-15 عدد ٹینکوں میں سے 8 مکمل تباہ ہو گئے۔ جس میں سوار تمام فوجی آگ میں جھلس گئے۔ اس کامیاب حملے میں دو بڑے امریکی عہدیدار بھی ہلاک ہو گئے۔



21مئی-2009 کو مجاہدین نے نیش گام گاؤں کے ساتھ بننے والے کمشنر آفس پر گروپ حملہ کر دیا۔اس حملے میں-12 خارجی فوجی اور 7 نیشنل آرمی کے اہلکار ہلاک ہوگئے۔ ترجمان (جاسوس) سمیت نیشنل آرمی کے-12 اہلکار زندہ پکڑے گئے۔اور مذکورہ مرکز اور چیک پوسٹ مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔
اسی طرح-2011 میں ضلع کامدیش کے علاقے گوہریش میں پانچ چیک پوسٹوں پر مجاہدین نے حملہ کیا۔یہ حملہ صبح صادق سے-11 بجے تک جاری رہا جس میں سرحدی پولیس کے-37 اہلکار ہلاک اور کئی زندہ گرفتار کیے گئے۔اور مذکورہ پانچ چیک پوسٹیں مکمل فتح ہوگئیں۔مذکورہ بالا کارروائیاں جنہیں معاصر افغان جہاد کی اہم کارروائیوں میں سے شمار کیا جاتا ہے ان میں شیخ صاحب باقاعدہ طور پر شریک رہے یا شیخ صاحب رحمہ اللہ کے مشورے اور راہنمائی سے یہ ساری کارروائیاں کی گئیں۔یہ اور اس کے علاوہ دیگر تاریخی آپریشنوں کی برکت سے صوبہ نورستان میں جارحیت پسندوں کا فوجی زور ٹوٹ گیا۔اور نورستان وہ پہلا صوبہ ہے جہاں سے جارحیت پسند و خارجی دشمن کی پسپائی کا آغاز ہوا

شیخ دوست محمد صاحب کی شہادت:

شیخ دوست محمد صاحب کی جہادی زندگی اور معمول یہ تھا کہ جن علاقوں کے وہ ذمہ دار تھے انہیں میں گشت کرتے۔گاؤں گاؤں جاکر عوام سے ملتے ان کا حال معلوم کرتے۔ہر محاذ پر جاکر مجاہدین سے ملاقات کرتے ان کی رہنمائی کرتے اور ان کے مسائل اور مشکلات سنتے۔انہیں وعظ و نصیحت کرتے اور کبھی کبھی قرآن کریم کا درس بھی دیتے۔اس طرح لوگوں کے دینی مسائل اور استفتاء کا جواب بھی دیتے۔
شیخ صاحب کی شہادت سے قبل انہوں نے ایک ایسا خواب دیکھا کہ جس کی تعبیر انہوں نے شہادت کی بشارت سے نکالی۔اور بالآخر یوں ہی ہوا اور وہ کچھ ہی دنوں میں دشمن کے حملے میں شہید ہوگئے۔ان کے ایک ساتھی کا کہنا ہے کہ شیخ صاحب نے شہادت سے چند دن قبل مجھے اپنا خواب سنایا تھا ان کا کہنا تھا"کہ ہمارے ایک شہید ساتھی اور ان کے ایک شاگرد (واما گاؤں کے رہنے والے مولوی سلمان، جو حضرت کی شہادت سے ایک سال قبل شہید ہوچکے تھے) وہ گھوڑے پر سوار ہیں۔ایک گھوڑا انہوں نے میرے لیے تیار کر رکھا ہے، اپنے ساتھ لے کر آرہے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں"شیخ صاحب چلو یہ گھوڑا آپ کے لیے لائے ہیں۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں میں گھوڑے پر بیٹھا اور ان کے ساتھ روانہ ہوگیا۔"

دشمن ہر وقت شیخ صاحب کے تعاقب میں رہا۔ کئی بار ان پر چھاپے پڑے۔-2011 کے آخر میں دو مرتبہ ان پر ڈرون طیاروں کے حملے ہوئے۔ کئی بار ان کی شہادت کی جھوٹی افواہیں پھیلائی گئیں مگر ان سارے خطرات کے باوجود حضرت ان جہادی سرگرمیوں سے باز نہ آئے اور پوری بہادری سے ماضی کی طرح نورستان میں اپنی جہادی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

یہاں تک کہ 2 صفر-1434ھ ق کو صوبہ نورستان کے علاقے شملی گل میں جب وہ ایک گھر کے سامنے ایک چھپر کے نیچے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شرعی مسئلے کے حل کے لیے اپنے لیپ ٹاپ میں مطالعہ کر رہے تھے کہ دشمن کے ڈرون طیارے کی بمباری میں اپنے ساتھی محمد طاہر اور ایک دوسرے نوجوان سمیت شہادت کے رتبے پر فائز ہو گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ترتیب و تلخیص: عبدالرؤف حکمت





ملا داداللہ شہید رحمہ اللہ

حاجی عبداللہ کے صاحبزادے ملا داداللہ شہید-1967 میں صوبہ روزگان کے ضلع دھراور میں ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے،ابتدائی دینی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی اور مختصر عرصے میں درمیانے درجے کی مروجہ کتابیں پڑھ لیں آپ حصول علم میں مصروف تھے کہ سابق سوویت یونین نے افغانستان پر یلغار کردی۔

جہادی زندگی۔

شہید ملا داداللہ کے مجاہد ساتھیوں کے مطابق انہوں نے-1983 قندہار میں معروف جہادی کمانڈر مولوی اختر محمد آغا کی سربراہی میں روسی افواج کے خلاف جہاد میں حصہ لیااور پہلی بار قندہار کے ضلع ارغنداب کے شاہین گاؤں میں روسی افواج کے خلاف ایک گھمسان کی لڑائی میں شریک ہوئے اگرچہ اس وقت ان کی عمر کم تھی مگر شجاعت اور مہارت کی بنیاد پر وہ اپنے ساتھیوں میں نمایاں تھے۔ارغنداب میں روسی افواج کو شکست دینے کے بعد وہ صوبہ ہلمند گئے جہاں پر انہوں نے مشہور کمانڈر ملا نیم اخندزادہ کے ساتھ مل کر روسی افواج کے خلاف جہادی کارروائیوں کو دوام بخشا،وہاں ایک سال گزارنے کے بعد واپس قندہار آئے اور مولوی اختر محمد آغا کی سربراہی میں اپنی اسلامی،شرعی اور جہادی ذمہ داریوں کو اس وقت تک پوری شجاعت اور مہارت کے ساتھ احسن طریقے سے نبھاتے رہے جب تک روسی افواج اور ان کے کمیونسٹ حامی مکمل شکست کھا کر افغانستان سے نکلنے پر مجبور نہ ہوئے،

کابل فتح ہونے کے بعد جب اقتدار کی باگ ڈور مجاہدین نے سنبھالی اور کئی ایک اقتدار پرست جہادی رہنماوں کے درمیان حصول اقتدار کے لئے خانہ جنگی شروع ہوئی تو آپ نے اسلحہ پھینک کر اپنی ادھوری تعلیم کی تکمیل کے لئے پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں مولوی محمد شفیع کے مدرسہ میں داخلہ لیا اور بعدازاں مشہور علمی اور جہادی شخصیت شیخ الحدیث مولوی عبدالعلی دیوبندی رحمہ اللہ کے مدرسہ میں داخلہ لے کر اکتساب فیض کرتے رہے۔

1994 میں جب قندہار میں طالبان کی اسلامی تحریک نے عالیقدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی سربراہی میں ظلم، فساد اور بدامنی کے خلاف جنم لیا تو اسی دن سے شہید ملاداداللہ بھی تحریک کے ہمسفر بن کر اپنے بیس ساتھیوں سمیت عالیقدر امیر المومنین کی ہدایت پر قندہار کے ضلع پنجوائی چلے گئے۔ انہوں نے ضلع سپین بولدک، قندہار شہر اور ائرپورٹ کو فتح کرنے کی لڑائیوں میں بھرپور حصہ لیا قندہار کو فتح کرنے کے بعد موصوف کو سربراہ کی جانب سے صوبہ روزگان بھیجا گیا جہاں انہوں نے لوگوں کو اسلامی تحریک کی حمایت کرنے کی دعوت دی،

روزگان کی حمایت کے بعد قیادت نے انہیں صوبہ ہلمند کے لئے تعینات کیا جہاں انہوں نے سنگین کو فتح کرنے کے بعد کچھ مدت کے لئے صوبہ فراہ میں جہادی خدمات انجام دیں اور پھر صوبہ زابل، غزنی اور میدان وردگ کی فتوحات کے بعد صوبہ لوگر اور چہار آسیاب کی کارروائیوں میں بھرپور حصہ لیا اسی طرح پکتیا اور خوست میں اسلام کا جھنڈا گاڑنے میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔

شہید ملاداداللہ چہار آسیاب میں گھمسان لڑائیوں کے بعد امیر المومنین کی ہدایت پر صوبہ فراہ میں تعینات ہوئے اور وہاں دشمن کے خلاف مزاحمت جاری رکھی، اسی وقت دشمن نے چہار آسیاب پر شدید حملہ کیا اور ایک مرتبہ پھر قیادت کی جانب سے آپ کو چہار آسیاب کی ذمہ داری سونپ دی گئی آپ نے ذمہ داری سنبھالتے ہی دشمن پر خوفناک حملہ کیا اس پیش قدمی کے دوران بارودی سرنگ پھٹنے سے آپ کا ایک پاؤں کٹ گیا۔ جب اسلامی امارت کے مجاہدین نے کابل کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے ریشمین چوٹی سے حملہ کیا تو شہید ملا بورجان کے ساتھ آپ نے بھی نہایت اہم رول ادا کیا اور گھمسان کی لڑائی کے بعد دارالحکومت کابل کو جنگجو کمانڈروں اور شرپسند عناصر سے آزاد کر کے اسلامی نظام کا عادلانہ جھنڈا لہرا دیا۔ فتح کابل کے موقع پر آپ کو خواجہ رواش کے قریب دائیں ہاتھ پر زخم لگا اس کے باوجود آپ نے دشمن کا پیچھا کرتے ہوئے کابل کے شمالی علاقوں شکر درہ، پل مٹک اور کاپیسا کی جانب پیش قدمی جاری رکھی۔ ان تمام جنگوں میں وہ جنرل کمانڈر بھی نہیں تھے مگر انہوں نے ایک فعال اور بہادر مجاہد کی حیثیت سے نہایت اہم رول ادا کیا۔

جب-1997 میں صوبہ بادغیس کی جانب سے امارت اسلامیہ کے مجاہدین فاریاب اور دیگر شمالی صوبوں میں داخل ہوئے تو ملاداداللہ شہید بھی اپنے ہزاروں ساتھیوں اور امارت کے رہنماوں سمیت درہ سالنگ کے راستے شمالی صوبوں میں داخل ہوئے جب صوبہ بغلان کی پلخمری تک پیش قدمی کی تو جنرل مالک نے تاریخی بے وفائی اور غداری کرتے ہوئے ہزاروں مجاہدین کو شہید کر دیا، ملاداداللہ اپنے ساتھیوں سمیت پلخمری میں محاصرے میں آگئے، اس وقت مجاہدین شدید مشکلات اور خطرات سے دوچار تھے،

ملاداد اللہ شہید اور ملا امیر خان متقی کے بشمول امارت اسلامیہ کے دوسرے رہنماوں نے حکمت اور بصیرت سے کامیاب منصوبہ بنایا جس کے نتیجے میں تمام مجاہدین دشمن کے ضرر سے محفوظ ہوئے۔امارت اسلامیہ کے رہنماوں نے ان حالات میں نہ صرف مجاہدین کا مورال بلند رکھا بلکہ مقامی لوگوں سے بھی تعلقات استوار کر کے ان کا اعتماد حاصل کر لیا جس کے بعد مقامی لوگوں اور جہادی کمانڈروں کے تعاون سے صوبہ قندوز پر حملہ کیا اور بہت کم مزاحمت کے بعد اس پر قبضہ کر لیا جو مجاہدین کا ایک مضبوط مرکز رہا، ملاداد اللہ (جو اس صوبے کے کمانڈر تھے) نے ایک سال تک شدید مشکلات میں قندوز کا دفاع کیا اور دشمن کے متعدد حملوں کو پسپا کیا، اس کے بعد آپ صوبہ بامیان، تخار اور کابل کے شمالی صوبوں بگرام، تگاب اور نجراب کی مختلف کارروائیوں شریک رہے۔

گیارہ ستمبر واقعہ کے بعد جب امریکہ نے حماقت کرتے ہوئے افغانستان پر حملہ کیا تو شہید ملاداد اللہ نے شمالی صوبوں میں امریکہ اور اس کے حامیوں شمالی اتحاد کے خلاف شدید مزاحمت کی جب امریکہ کے شدید فضائی حملے اور شمالی اتحاد کے زمینی حملے حد سے بڑھ گئے تو مجاہدین شمالی صوبوں سے عقب نشینی کرتے ہوئے کابل روانہ ہوئے اس وقت ملاداد اللہ شہید نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ضلع بلخ میں ایک گھر میں پناہ لی۔امریکہ اور دوستم ملیشیا کی سخت تفتیش کے باوجود ایک مہینہ اسی گھر میں قیام کیا پھر سٹلائٹ فون کے ذریعے بی بی سی کو انٹرویو دیا جس میں کہا کہ الحمدللہ میں آج چار بجے خیر وعافیت سے قندہار پہنچ گیا، انٹرویو سننے کے بعد دشمن کو یقین آیا کہ وہ ان کے محاصرے سے نکل گئے ہیں، اس انٹرویو کے بعد وہ چند حریت پسند عوام کے تعاون سے درہ سالنگ کے راستے قندہار پہنچے

جب عالیقدر امیر المومنین نے قابض استعمار کے خلاف جہاد کو نئی روح بخشی اور جہادی کارروائیوں کو منظم شکل دیتے ہوئے رہبری شوری تشکیل دی تو ملاداد اللہ شہید کو بھی اس کارکن مقرر کیا، آپ نے مقدس جہاد کے فریضہ کو نئے خطوط پر استوار کرتے ہوئے کارروائیاں تیز کر دیں اس دوران بی بی سی کے نامہ نگار رحیم اللہ یوسفزئی نے آپ سے ایک اہم انٹرویو لیا جس میں آپ نے تازہ کارروائیوں کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ قندہار کے شمال میں درہ نور میں 60-امریکی اور افغان فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دی اور درہ نور جو قندہار اور روزگان کی قومی شاہراہ ہے بند کر دیا۔ملاداد اللہ نے اس سوال کے کہ امریکہ بڑی قوت کے ساتھ افغانستان آیا ہے شاید آپ اس کو شکست دینے اور نکالنے میں کامیابی حاصل نہ کر سکیں گے جواب میں کہا کہ روس بھی افغانستان سے جانا نہیں چاہتا تھا مگر جب اس کا گھیرا تنگ ہوا تو وہ مجبور ہو کر فرار ہوا امریکہ بھی اسی طرح ہماری سرزمین سے رسوا ہو کر نکلے گا انشاءاللہ۔اس انٹرویو نے کابل حکومت کے ایوانوں میں کھلبلی مچادی اور نام نہاد صدر کرزئی کے دماغ کو چوٹ لگی اسی لئے وہ کہنے لگا کہ ہم اس انٹرویو کی شدید مذمت کرتے ہیں اور صحافیوں سے بھی کہا کہ وہ عسکریت پسندوں کا انٹرویو لینے سے گریز کریں، اس انٹرویو کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے اور پورے افغانستان میں مجاہدین کو نیا حوصلہ ملا۔

شخصیت۔

ملاداد للہ شہید امارت اسلامیہ کے ان رہنماوں میں سے تھے جن پر عالیقدر امیر المومنین کو خاص اعتماد تھا، وہ بہادر، باہمت، مضبوط اعصاب کے مالک، منصوبہ ساز اور حکمت عملی کے ماہر تھے، امارت اسلامیہ کے پہلے ادوار اور پھر امریکہ کے خلاف جاری جہاد میں ان کا تابناک کردار تھا۔ ان کے جوان عزم جذبے اور جہادی خدمت کے متعلق ان کے ایک ساتھی نے بتایا کہ روسی افواج نے قندہار کے ضلع ارغنداب کا محاصرہ کر کے وہاں موجود مجاہدین کے خلاف فوجی آپریشن شروع کر دیا جس کے خلاف وہ دفاعی جنگ میں صبح سے شام تک مسلسل لڑتے رہے اور رات کو صبح تک۔150 کلو آٹا گوند کر اس سے روٹی پکائی۔ جب وہ قندوز میں محاصرہ میں تھے تو مطمئن اور پر سکون تھے ان کے چہرے پر خوف کے آثار نہیں تھے حالانکہ قندوز پر مسعود اور دوستم کے جنگجوؤں کے حملے چاروں طرف سے ہو رہے تھے ملاداد للہ شہید بڑی دلیری سے ان کا مقابلہ کرتے تھے اور ساتھیوں کو حوصلہ دیتے تھے۔

الجزیرہ چینل کے رپورٹر نے ہلمند میں چند دن ان کے ساتھ قیام کیا وہ کہتے ہیں کہ ملاداد اللہ انتہائی ملنسار اور متوکل آدمی تھے، وہ امریکی فضائیہ سے نہیں ڈرتے تھے اور نہ ہی ان کے دل میں خوف تھا وہ ہلمند میں امریکیوں کی پرواکئے بغیر آزاد گھومتے پھرتے تھے، ہلمند میں سینکڑوں میل پیدل گھومتے تھے حالانکہ وہ ایک پاوں سے معذور بھی تھے۔ اس نمائندے نے انٹرویو کے دوران ان سے پوچھا کہ آپ امریکہ کو انتہائی مطلوب افراد میں سے ہیں پھر بھی کھلے عام اور آزاد گھومتے ہیں کیا آپ کو جاسوسی طیاروں اور سیاروں سے خطرہ اور خوف کا احساس نہیں ہے؟ تو جواب میں ملاداد للہ شہید کا کہنا تھا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے اوپر جاسوسی طیارے اور سیارے ہیں مگر ان سے اوپر ہمارے محافظ، قادر اور مددگار رب بھی ہیں، ہم اسی کی رضا کے لئے جہاد کرتے ہیں اور اسی کی راہ میں جام شہادت نوش کرنے کے متمنی ہیں۔

آپ انتہائی مدبر اور اعلی فکر کے حامل تھے آپ نے یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ جب تک امارت اسلامیہ کو اُس کی پُشت سے محفوظ نا بنایا گیا جب تک افغانستان میں فتح کا حصول انتہائی مشکل ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر آپ نے وزیرستان کے متعدد دورے کئے اور اپنے جہادی رفقاء عبد اللہ محسود شہید اور بیت اللہ محسود شہید سے طویل ملاقتیں کیں اور پاکستانی فوج کو کمزور کرنے اور اُسے امریکی حمایت سے دستبردار کرنے اور پاکستان میں جہادی تحریک کو منظم کرنے میں اہم کردار ادا کیا آپ کی بہادری بے مثال تھی ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ قندوز میں دوستم کی ملیشیا کے گھیراو میں پھنس گئے تو آپ نے دوستم کے ایک اہم کمانڈر کو خنجر کی نوک پر قابو کر لیا اور اپنے ساتھ قندھار لے آئے اس طرح آپ دشمن کی قید میں آنے سے بچ گئے۔ آپ کو مہاجر مجاھدین سے خصوصی شغف تھا آپ ہی نے مہاجرین کے ساتھ مل کر مزاحمت کے ابتدائی ایام میں استشھادی بریگیڈ کی بنیاد رکھی اور پے در پے حملے کر کے دشمن کو مفلوج کر دیا

ملا داد للہ کی شہادت کا واقعہ :

الحاج ملاداداللہ اخند نے پوری عمر جہاد میں گزاری-14 مئی-2007 بمطابق-26 ربیع الثانی-1428 میں صوبہ ہلمند ضلع گرمسیر کے درویشان گاؤں میں قابض امریکیوں کے چھاپے میں جام شہادت نوش کر گئے۔

بلاشبہ وہ افغانستان جہاد کے صف اول کے کمانڈروں میں سے تھے،ان کی شہادت اسلام اور افغان جہاد کی تاریخ کا بہت بڑا سانحہ تھی۔ ہماری تاریخ کے ایک اہم موڑ پر اپنی آئندہ نسلوں کو شہید کی مجاہدانہ زندگی اور سانحہ شہادت کی مصدقہ معلومات فراہم کرنے اور محفوظ بنانے کی خاطر افغانستان کے مشہور جہادی کمانڈر اور امارت اسلامیہ صوبہ ہلمند کے فوجی سربراہ ملا محمد نعیم اخند سے نشست کی اور سانحہ شہادت کے اصل حقائق سے متعلق ان سے دریافت کیا۔ ملا محمد نعیم سانحہ شہادت کی رات ان کے ساتھ ایک مکان میں سو رہے تھے اور تمام کارروائی اپنی آنکھوں سے دیکھی۔

انہوں نے بتایا کہ سانحہ شہادت سے دو دن پہلے ہم اکھٹے ہوئے، میں ضلع باغران سے گرمسیر آیا تو وہ بھی یہاں تھے۔ اس روز دشمن کے طیارے بہت زیادہ پرواز کر رہے تھے کیونکہ ملاداداللہ شہید سٹلائٹ فون استعمال کرتے تھے اور دشمن سٹلائٹ فون کا پیچھا کرتا تھا،اس سے ایک دن پہلے بھی انہوں نے چھاپہ مارا مگر اللہ تعالی نے محفوظ رکھا، ہم نے مغرب کی نماز ادا کی اور پھر کھانا کھا کر درویشان گاؤں چلے گئے جہاں ایک خالی گھر میں قیام کیا، ہمارے ساتھیوں میں، ملاداداللہ اخند، اجمل، حافظ حمداللہ، دین محمد، میر وائس اور اس کا ایک ساتھی ملادر محمد تھا، ساتھیوں میں ڈیوٹی تقسیم کر کے ہم سو گئے، اچانک آنکھ کھلی تو کان میں آواز پڑی کہ امریکی فوجیوں نے چھاپہ مارا ہے، طیارے نیچے پرواز کر رہے ہیں، میں نے ملاداداللہ اخند جو میرے ساتھ سو رہے تھے کو جگایا انہوں نے اپنا مصنوعی پاوں رکھ لیا اور اسلحہ اٹھا کر مکان سے باہر نکلے چونکہ میں مکان سے واقف تھا اور مجھے معلوم تھا کہ مکان کے دو دروازے ہیں ایک عام دروازہ ہے اور ایک پیچھے ندی کی جانب خاص دروازہ ہے، میں نے ان سے کہا کہ میرے پیچھے آنا، اس دوران جب ہم باہر نکلے تو طیارے بہت نیچے پرواز کر رہے تھے اور فوجیوں کو بھی اتار دیا تھا۔ پہلے میں مکان سے نکلا ساتھی بھی ادھر ادھر دوڑ رہے تھے، اس وقت مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ ملاداداللہ کس طرف نکلے، میں مکان سے باہر پیچھے کی جانب گیا تو طیارے نے مکان پر بم گرایا جس سے مکان کی ایک دیوار گر گئی، جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو امریکی فوجی سامنے آ رہے تھے، میں نے ان پر فائر کھول دیا تو انہوں نے بھی فوراً فائرنگ کر دی، میں دیوار کے پیچھے چھپ گیا اور پھر ندی میں چھلانگ لگا دی، یہاں پر تسلی نہیں ہوئی ساتھیوں کا اندیشہ تھا واپس مکان کی طرف آیا اور آواز دی کہ اجمل اس طرف آؤ، اجمل اس طرف آؤ، لیکن مجھے معلوم ہوا کہ ملاداداللہ، میر وائس اور دین محمد مکان سے نکل کر کسی دوسری طرف گئے ہیں،

میں مکان سے واپس نکلااور اور امریکیوں سے آمنے سامنے لڑائی شروع ہوئی،اسی دوران طیارے نے فائر کیا جس سے میرا پاؤں زخمی ہوااور میں گر گیا،جب میں واپس کھڑا ہوا تو دوبارہ فائرنگ سے میرا ہاتھ، پیٹ اور کندھا زخمی ہوا،اس وقت میرے ہاتھ نے کام چھوڑ دیا اور میں گر کر بے ہوش ہوا اور پھر ہوش میں آیا اور اس وقت یہ سمجھ گیا کہ شدید بمباری جاری ہے، فضا میں طیاروں کا شور تھا ہر طرف بم برس رہے تھے، بہت مشکل مرحلہ تھا، میں آہستہ آہستہ ندی میں گرا اور پانی میں بہہ گیا جب کافی دور پہنچا تو ایک سائیڈ پر تکیہ لگایا جب اٹھنے کی کوشش کی تو پھر بے ہوش ہوا، جب ہوش میں آیا تو صبح کی اذان کی آوازیں آرہی تھیں، امریکی چلے گئے تھے، ہمارے ساتھی ہماری تلاش میں آئے تھے میں نے انہیں آواز دی کہ یہاں آجاؤ،اسی دوران ہمارے گرمسیر کے ذمہ دار عبدالہادی آغا آئے جب مجھ پر نظر پڑی اور دیکھا کہ میں زخمی ہوں تو اپنے ساتھیوں کو آواز لگائی کہ گاڑی اس طرف لے آئیں، جب گاڑی آئی تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے سخت سردی لگ رہی ہے، زخمی ہوں خون پیٹ میں جارہا ہے اور پھر پوچھا کہ مہمان (ملاداداللہ اخند) کہاں ہیں؟

انہوں نے بتایا کہ سب خیریت سے ہیں صرف آپ معمولی زخمی ہیں، مہمان محفوظ ہیں، کوئی مشکل نہیں، مجھے ایک کلینک لایا گیا اسی دوران میر وائس بھی آیا میں نے اس سے بھی پوچھا کہ حاجی ملا صاحب کہاں ہیں؟اس نے بتایا کہ سب ساتھی خیریت سے ہیں صرف معمولی زخمی ہیں لیکن میں سمجھ رہا تھا وہ صرف مجھے تسلی دے رہے ہیں کیونکہ مجھے بمباری کے دوران مکان کے اندر پتہ چلا کہ اجمل، حافظ حمداللہ اور ملادر محمد سمیت دوسرے ساتھی بھی اسی وقت شہید ہوئے اور ملاداداللہ اخند کو مکان سے باہر نکلتے وقت طیاروں نے شہید کر دیا تھا۔

مجھے بعد میں انہی ساتھیوں اور ملا عبدالہادی آغا جنہوں نے ملاداداللہ شہید کا جسد خاکی تلاش کر کے دیکھ لیا تھا، بتایا کہ ملاداداللہ مکان سے زندہ نکلے تھے، قریب ندی تک پہنچ گئے وہ کوشش کر رہے تھے کہ ندی سے گزر جائیں اسی دوران امریکی طیاروں نے ان پر فائر کھول دیا اور وہ اسی پانی میں شہید ہو گئے، عبدالہادی آغا کے مطابق وہ طیارے کے فائر سے شہید ہوئے تھے۔



اس چھاپے میں ہمارے دوسرے ساتھی بھی شہید ہوئے صرف میں، میر والیس اور دین محمد کو اللہ تعالی نے محفوظ رکھا، ملاداداللہ شہید کو ان کی وصیت کے مطابق کہ میں جہاں پر شہید ہو جاؤں وہیں پر دفن کیا جائے، اگلی رات وہ اور ان کے ساتھیوں کی تدفین شروع کر دی گئی، چند ساتھیوں نے قریب قبرستان میں قبریں تیار کیں اور پھر ایک، ایک شہید کو دفن کیا گیا، اس وقت جب دین محمد قبرستان میں شہداء کو دفن کر رہے تھے اور میر والیس اور اس کے ساتھی مکان سے شہداء کو لانے میں مصروف تھے تمام شہداء کو سپرد خاک کر دیا گیا صرف ملاداداللہ شہید کی تدفین باقی تھی کہ اسی دورن امریکیوں نے پھر اسی مکان پر بمباری کر کے چھاپہ مارا اور تلاش کے دوران ملاداداللہ شہید کا جسد خاکی انہیں ہاتھ آیا، اسی چھاپے میں امارت اسلامیہ کے دوسرے اہم رہنما بھی شہید ہوئے جن میں عبدالہادی اجمل جو کیوبا جیل سے رہا ہوا تھا اور اب گرمسیر کا سربراہ تھا اور اس کے علاوہ حافظ حمداللہ گلالی جنہیں حال ہی میں جیل سے رہائی ملی تھی اور باصلاحیت شخص تھا، اسی طرح حاجی میر والیس اور مولوی در محمد بھی شہید ہوئے۔

ملاداداللہ شہید کو قندہار میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان کے پسماندگان میں 4 بچے رہ گئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کی اولاد کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور شہید کو جنت الفردوس میں اعلی درجات سے نوازے۔ آمین

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ





فاتح کابل ملابور جان شہید

رحمہ اللہ

آپ کا مختصر تعارف:

آپ کا اصل نام امین اللہ جبکہ ملا بور جان کے نام سے مشہور تھے، بہت سے لکھاریوں کے مطابق آپ حاجی محمد صادق کے بیٹے اور ملا موسی جان کے پوتے تھے۔

ولادت باسعادت:

آپ کی پیدائش ۱۹۵۴ء کو صوبہ قندھار کے ضلع پنجوائی میں تلکان نامی گاوں میں ایک دیندار گھرانے میں ہوئی

ابتدائی تعلیم:

چونکہ آپ کا تعلق ایک مشہور دیندار اور علمی گھرانے سے تھا، اسی وجہ سے بچپن میں والد محترم نے قدیم زمانے کے علماء کے طرز پر اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کی، تاکہ وہ اپنے دین عقیدے اور وطن کی خدمت کیلئے ایک روشن نامور ستارہ بن سکیں، بچپن ہی میں والد محترم کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا اس کے بعد آپ کی تربیت آپ کی مشفق والدہ نے کی، والد محترم کے وفات کے بعد اگرچہ آپ کو گوناگوں اقتصادی مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا، لیکن پھر بھی آپ نے تعلیم نہیں چھوڑی، بلکہ سادسہ تک آپ نے بڑے شوق سے اپنے تعلیمی سلسلے کو جاری رکھا، اور امتیازی نمبر کیساتھ ان میں کامیابی حاصل کی۔

جہادی میدان میں آپ کی سیاسی اور انتظامی جدوجہد:

۱۹۸۹ کو جس وقت کمیونسٹوں نے حکومت پر قبضہ کر کے اپنا کنٹرول قائم کیا تو اس وقت ملابور جان ابتدائی درجات سے نئے نئے فارغ ہوئے تھے، کیمونسٹوں نے اس وقت کے علماء اور تعلیمی اداروں کے سربراہوں اور ان کے اساتذہ کو اور دیگر اسلامی طرز فکر رکھنے والوں کو شہید کرنا شروع کیا اور انہیں طرح طرح کے تشدد کا نشانہ بنا کر قید کرنا شروع کیا چنانچہ اسی وجہ سے ملابور جان رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے تعلیمی سلسلے کو چھوڑا، اور جہاد کے روشن میدان کا رخ کیا، اگرچہ اس وقت آپ کم عمر تھے، لیکن آپ میں اسلامی غیرت اور جذبہ اس قدر برا ہوا تھا کہ اس میدان میں آپ نے بڑوں بڑوں کو پیچھے چھوڑ دیا، آپ نے پچیس سال کے عمر میں ملا محمد اخوند کی قیادت میں صوبہ قندھار کے ضلع پنجوائی سے اپنی جہادی زندگی کا آغاز کیا ،آپ نے اپنے بہادری اور جرئت سے بہت ہی کم عرصے میں کمانڈر کا لقب پایا، ضلع پنجوائی کا جنوبی مغربی حصہ ان علاقوں میں سے تھا جہاں روسی حملہ آوروں اور خلقیانوں اور پرچمیانوں کی صورت میں موجود ان کے زر خرید غلاموں پر آئے روز حملے ہوتے رہتے تھے،

۱۹۸۰ء سے لیکر ۱۹۸۹ء تک ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا جس میں اس ضلع میں روسیوں اور ان کے غلاموں پر حملہ کر کے ان کو مردار نہ کیا گیا ہوں۔ قندھار کی جغرافیائی حیثیت روسیوں کیلئے بڑی اہمیت کی حامل تھی اسی وجہ سے ان کے زیادہ تر توجہ قندھار پر مرکوز تھی، تا کہ وہ مجاہدین کے کاروائیوں کو روک سکے اسی وجہ سے روسیوں نے جدید اسلحے سے لیس اپنی فوج کے ذریعے اس شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا، لیکن مجاہدین کے طرف سے نئے نئے پلاننگ اور طریقوں کی مدد سے مالجات اور پشمول کے علاقوں میں روسیوں پر وقتاً فوقتاً حملے ہوتے رہے، جن میں انہیں بہت سے جانی اور مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اسی طرح سیکڑوں مجاہدین اپنے تنظیموں کے جھنڈے تلے جہادی کاروائی کر رہے تھے، لیکن محاذ پر وہ دشمن کے مقابلے میں سب کے سب ملابور جان کی قیادت میں لڑتے تھے۔

آپ کا تعلق اگرچہ تنظیمی لحاظ سے حزب اسلامی سے تھا لیکن آپ کا احترام اور محبت تمام تنظیموں میں پایا جاتا تھا ،بہت سارے نامور کمانڈر آپ کی بہادری اور جنگی مہارت اور تجربے کے معترف تھے، چنانچہ اسی وجہ سے قندھار شہر کے اول خط پر آپ کو کمانڈر مقرر کیا گیا، روسی حملہ آوروں کے مقابلے میں گوریلہ حملے کرنے میں آپ کو ایک امتیازی مقام حاصل تھا،

آپ کے قریبی ساتھی مولاداد آکا آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ غیرت جانثاری اور بہادری کا ایک نمونہ تھے، گوریلہ حملوں میں آپ کو ایک خاص مہارت حاصل تھی جس کی وجہ سے دشمن آپ سے ہر وقت مرغوب رہتے تھے،

جس لڑائی میں آپ بذات خود موجود ہوتے تو مجاہدین کو یہ کامل یقین ہوتا تھا کہ انشاءاللہ کامیابی ہماری مقدر رہے گی،

مولاداد آکا آپ کے بارے میں مزید کہتے ہے کہ ایک دفعہ مجاہدین نے روسیوں کے مرکز پر حملہ کا منصوبہ بنایا اس کاروائی کی کمانڈ آپ کی ذمے تھی، آپ نے چند بہادر مجاہدین الگ کردئے جن میں ایک امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ بھی تھے اس وقت ملا محمد عمر صاحب ملا بورجان شہید رحمہ اللہ کیساتھ ایک عام مجاہد کی حیثیت سے لڑرہے تھے، چنانچہ جس وقت ملا بورجان روسیوں کے مرکز کے قریب پہنچے، تو ایک اونچی جگہ پر چڑھ کران کی کمین گاہ کا معائنہ کرنے لگے آپ نے دیکھا کہ روسی اپنے مقامی غلاموں کیساتھ قطونامی کھیل کھیل رہے ہیں، چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ بڑے اسلحے کو اوپر چھڑادو اور یہی سے ان پر حملہ کردیا سخت لڑائی کے بعد دشمن کو بہت جانی اور مالی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا، جب کہ مجاہدین اللہ کے فضل وکرم سے بخیروعافیت اپنے مورچوں تک واپس پہنچنے میں کامیاب رہے،

صوبہ قندھار کا ضلع ارغنداب روسیوں کیلئے ایک اہم اسٹراٹجک حثیت رکھتا تھا، اس ضلع کا سقوط پورے صوبہ کا سقوط جب کہ اسکا کنٹرول پورے صوبہ کا کنٹرول شمار ہوتا تھا روسیوں نے ۱۹۸۸ء کو مختلف قسم کے جدید اسلحے سے لیس فوج، ٹینکوں اور طیاروں کی مدد سے معروف روسی جنرل (بوریس گورموف) کے زیر قیادت اس خطے پر حملہ کیا،

مذکورہ جرنیل نے اپنی کتاب (سرخ لشکر افغانستان) میں اس لڑائی کے پوری تفصیل لکھی ہے،

جس وقت روسیوں نے ملا نقیب اللہ اوران کے ساتھیوں کو ایک سخت محاصرے میں لے لیا جو تنتیس دن تک جاری رہا، تو اس وقت ملا بورجان رحمہ اللہ کا مرکز (پشمول) بھی ایک سخت محاصرے میں تھا، لیکن اس کے باوجود ملا بورجان شہید سے اپنے مجاہدین بھائیوں کا محاصرہ اوران پر وحشیانہ بمباری برداشت نہ ہوسکی، چنانچہ اسی وقت آپ بہت سارے مجاہدین کو اپنے ساتھ لے کران محصور مجاہدین کی طرف روانہ ہوئے اور اچانک پیچھے کی طرف سے روسیوں پر حملہ کردیا اس حملے نے روسیوں کو حیرت میں ڈال دیا چنانچہ وہ مجاہدین کے حملوں کا دفاع نہ کرسکے، اور بھاگنے پر مجبور ہوئے، اس طرح ملا بورجان اللہ تعالی کی مدد سے اس محاصرے کو توڑنے میں کامیاب رہے اور مجاہدین کو اس تکلیف سے باہر نکال لائے، جس وقت ملا بورجان نے روسیوں کو بھاگنے پر مجور کیا تو اس کے بعد سے پورے افغانستان میں روسیوں کو پے در پے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

ملابور جان شہید رحمہ اللہ جہادی میدان میں ایک منفرد تجربے کے مالک تھے، اور جنگی تکنیک کے ایک زیرک کمانڈر تھے چنانچہ کبھی بھی دشمن کو یہ موقع نہیں دیتے تھے کہ وہ مجاہدین پر حملہ کرنے میں پہل کرے بلکہ وہ دشمن پر حملے میں خود پہل کر کے انہیں جانی اور مالی ہر قسم کے نقصانات پہنچاتے تھے، آپ نے زندگی کا زیادہ تر حصہ روسیوں کے خلاف جہاد میں گزارا، اور افغانستان کے جنوبی مغربی حصوں میں شدید لڑائیوں میں آپ نے شرکت کی جس میں دو مرتبہ آپ زخمی بھی ہوئے پہلی دفعہ آپ ۱۹۸۴ء کو زخمی ہوئے جس وقت باغ پل کے مقام پر روسیوں نے آپ کا محاصرہ کر رکھا تھا، چنانچہ اس محاصرہ کے دوران آپ مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک دھماکے کے شکار ہو کر سخت زخمی ہوئے، دوسری دفعہ ۱۹۸۷ء کو محلہ جات کے مقام پر روسیوں اور مجاہدین کے درمیان سخت لڑائی کے دوران آپ اپنے بہت سے مجاہدین ساتھیوں سمیت زخمی ہوئے اس لڑائی میں بہت سے مجاہدین شہید بھی ہوئے۔

یہ اور اسطرح کے اور واقعات ملابور جان کی جہادی زندگی میں پیش آئے لیکن یہ آپ کے عزم میں اور ایمانی قوت میں ذرہ برابر کمی نہ کر سکے اور آپ نے ان سب کچھ کے باوجود جہاد کے محاذ کو گرم رکھا، اور دین اور وطن کے دشمنوں کے خلاف اس مقدس جہاد کو دوام بخشا۔

طالبان کی اسلامی تحریک کی بنیاد رکھنے میں ملابور جان شہید رحمۃاللہ علیہ کا بنیادی کردار:

طالبان کی تحریک قندھار میں اس وقت شروع ہوئی جس وقت ملک بھر میں خانہ جنگی، عریانی بے انصافی ، اور بے امنیتی اپنی عروج پر تھی، اور ہر شخص کے برداشت سے باہر تھی، جبکہ دوسری طرف ایک نام نہاد حکومت تھی، جو ڈیڑھ ملین سے زائد شہیدوں کے توقعات کے برعکس ہر وہ کام کرتی تھی، جو شرعی، قومی اور بین الاقوامی اصولوں کے سراسر خلاف تھی، تو اس وقت ان مجاہدین نے جنہوں نے اپنے جانوں اور مالوں کی قربانیاں دے کر سالہاں سال تک روسیوں کے خلاف جہاد کیا، اور اس راستے میں کئی ملین شہیدوں کے خون کی قربانی سمیت، ہر قسم کی قربانی دی،

تو ان کا مقصد صرف اسلامی نظام کا قیام تھا، چنانچہ اس فاسد اور بدکار حکومت کا نظام انہیں برداشت نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس نظام کو قبول کرنا انہیں کئی ملین شہیدوں کے خون کیساتھ خیانت اور غداری کے مترادف لگتا تھا، چنانچہ اسی وجہ سے طالبان کے اسلامی تحریک کے ابتداء چند مخلص لوگوں نے کی، اور اس طرح اس فاسد نظام کو ختم کر کے ایک اسلامی نظام قائم کرنے کیلئے جدجہد شروع کی، ان لوگوں میں سے ایک پختہ عزم کے مالک اور مخلص کمانڈر ملابور جان بھی تھے، جو ملا محمد عمر مجاہد کے دست و بازو بن کر ان کے ساتھ کھڑے ہوئے اور مذکورہ تحریک کو فعال بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا، اور مذکورہ بالا قربانی دی،

جولائی ۱۹۹۴ء سے لیکر ستمبر ۱۹۹۶ء تک کابل کے فتح ہونے تک ساری کامیابیاں جو طالبان کے اسلامی تحریک نے حاصل کیں وہ اللہ تعالی کے فضل و کرم اور ملابور جان شہید رحمہ اللہ کی قربانیوں اور قوی تدبیروں کا ثمرہ و نتیجہ تھی۔

اکتوبر ۱۹۹۴ء کو جس وقت طالبان نے قندھار پر کنٹرول حاصل کر کے وہاں ایک اعلیٰ شوریٰ قائم کیا، ملا بور جان شہید رحمہ اللہ اس شوریٰ کے ایک فعال رکن تھے، جبکہ ساتھ ہی وہ دیگر انتظامی امور بھی سرانجام دیتے رہے شروع میں ملابور جان قندرھار کے امن وامان کیلئے کمانڈر مقرر ہوئے، لیکن بعد میں جب طالبان کی طرف سے نئے پروگراموں اور پلاننگ کے تحت دیگر صوبوں پر کنٹرول کا منصوبہ بنا، تو اس وقت ملابور جان رحمۃ اللہ علیہ کو خط اول پر جہادی محاذ کا کمانڈر مقرر کیا گیا، اور انہیں دیگر صوبوں کے طرف مجاہدین کو منظم کرنے اور کاروائیوں کو فعال بنانے کی ذمہ داری سونپی گئی، آپ نے اس ذمہ داری کو بڑے احسن انداز سے نبھایا، اور یہ سب کچھ آپ نے طالبان کے مرکزی کمانڈر ملا محمد اخوند اور ملا محمد ربانی کی مدد سے کیا، طالبان نے اپنے طاقتور انتظامی تکنیک اور پلاننگ کے ذریعے بہت کم عرصے میں قندھار سے کابل اور اسی طرح چہار آسیاب اور میدان شار تک اپنی کاروائیاں پھیلا کر بہت سے حصوں پر کنٹرول حاصل کر لیا
۱۹۹۵ء کو کابل کے جنوب میں چہار آسیاب کے مقام پر آپ شدید زخمی ہوئے چنانچہ آپ کو علاج کیلئے قندھار لایا گیا اور چند دنوں کے علاج کے بعد آپ نے دوبارہ چہار آسیاب کا رخ کیا اور خط اول کو قوت بخشا، اگست ۱۹۹۵ء تک طالبان نے ہر طرح کی کوششیں کی، کہ وہ کابل کو فتح کرلیں، لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکیں، طالبان کے اسلامی تحریک کے مرکزی قائدین کے جانب سے کابل کو فتح کرنے کے نئے منصوبوں پر کام شروع ہوا چنانچہ ۱۹۹۶ء کو کابل کے مشرق میں سپینہ شگہ، حصارک اور ازرہ اور اسی طرح ننگرہار، کنڑ، لغمان صوبے یہان تک کہ کابل کے دروازے ماھیپر تک کے حصے کو فتح کیا گیا۔

انتظامی خصوصیات:

ملابور جان رحمہ اللہ نے انتظامی امور کسی مدرسے وغیرہ سے نہیں سیکھے، اور نہ ہی آپ نے کوئی جنگی ٹریننگ کسی سے حاصل کی لیکن پھر بھی آپ کی انتظامی مہارت کسی اعلی تجربہ کار جرنیل سے کم نہیں تھی، آپ کی جنگی مہارتوں کے وجہ سے ہی قندھار سے روسیوں کا صفایا ہوا
کیونکہ وہ اچھے طرح جانتے تھے کہ ملابور جان شہید رحمۃ اللہ علیہ کسی وقت بھی ان کے مورچوں پر دھاوا بول کر انہیں تہس نہس کر سکتا ہے، وہ اس بات کو بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ ملابور جان جو منصوبہ بناتا ہے، تو پھر اس پر ہر حال میں عمل درآمد بھی کر گزرتا ہے، اسی وجہ سے وہ اپنے مرکزوں اور اڈوں سے بہت کم نکلا کرتے تھے،

اسی طرح طالبان کے دور میں جن کاروائیوں میں آپ بذات خود شریک ہوتے توان میں مجاہدین کا نقصان نہ ہونے کے برابر ہوتا، آپ کاروائی سے پہلے اس کی تمام پہلوں کا اچھی طرح جائزہ لیتے اور اس کے عواقب اور نتائج کے بارے میں خوب غور اور خوض کرتے اور دلائل کے ذریعے مجاہدین کو اس پر آمادہ کرتے،
آپ کے ایک قریبی ساتھی (ملا باز محمد اخوند) آپ کے بارے میں کہتے ہیں، کہ ایک مرتبہ ہم چار آسیاب کے مقام پر اولین محاذ پر بیٹھے ہوئے تھے، کہ آپ نے مجھ سے کہا کہ یہاں اس محاذ پر ہمیں ایک سال اور آٹھ مہینے گزر گئے ہیں اور بہت سارے مجاہدین بھی شہید ہو گئے ہیں ہم نے بہت کوشش کی لیکن پھر بھی کابل کو فتح نہ کر سکے، میرے تجربے کے مطابق ہم کابل کو چہار آسیاب اور میدان شار کی جانب سے فتح نہیں کر سکتے، بلکہ اگر ہم اس کے مقابلے میں کابل کی مشرق کی جانب سے کاروائیوں کا آغاز کریں تو اللہ تعالی کے فضل و کرم سے بہت جلد ہم کابل فتح کر لیں گے, ملا باز محمد اخوند کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے مجھ سے کہا کہ اللہ تعالی کے فضل و کرم سے آپ کا یہ بھائی بہت کم عرصے میں کابل کو مشرق کی جانب سے فتح کر سکتا ہے اور پھر اس کے بعد ہم شریعت کی سائے تلے ان میں گھومیں گے پھیریں گے،
ملا باز محمد اخوند کہتے ہے کہ انہی دنوں طالبان نے اپنی کاروائیوں کو روک دیا، اور باہمی اتفاق سے کابل کی مشرقی جانب سے کاروائیوں کا آغاز کر دیا، ملا بور جان نے کابل کو فتح کرنے کیلئے جتنے دنوں کا اندازہ لگایا تھا اتنی ہی دنوں میں طالبان نے پورے کابل پر فتح حاصل کی، اور پھر میں خوشی خوشی اس میں گھومتا رہتا تھا۔

حسن اخلاق:

ساری زندگی آپ نے جنگی محاذ پر گزاری تھی، لیکن اس کے باوجود آپ بہت بردبار اور حلیم طبیعت کی مالک تھے، آپ حسن اخلاق کے پیکر تھے، اور ہر کسی پر رحم کرنے والے ایک دردمند انسان تھے، جنگ کے محاذ پر آپ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ رویہ بالکل قرآن کریم کی اس آیت (اشداء علی الکفار رحماء بینھم) (مؤمنین کفار کے مقابلے میں بہت سخت جبکہ آپس میں مہربانی کا معاملہ کرتے ہیں) کے موافق تھا۔
جنگ کی محاذ پر آپ کی بھرپور کوشش ہوتی تھی کہ بے گناہ لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف اور نقصان نہ پہنچے نیز کاروائی کی دوران بھی آپ کی یہ کوشش رہتی تھی کہ مخالفین نہ مارے جائیں بلکہ انہیں موقع دیا جائے کہ یا تو وہ اپنے آپ کو تسلیم کر لیں، اور یا لڑائی سے ہاتھ اٹھالیں

۱۰/۲/۱۹۹۶ء کو جس وقت طالبان نے میدان شار اور لوگر فتح کر لیا تو
بی بی سی کے ایک رپوٹر نے آپ کا انٹر ویو لیا اور مستقبل کے بارے میں آپ سے پوچھا، اس نے ملا بور جان سے سوال کیا کہ اس میں کیا راز پوشیدہ ہے کہ دن کے بجائے آپ رات کو کاروائی کرتے ہو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم نہیں چاہتے کہ مخالفین پر دن کی روشنی میں حملہ کریں کیونکہ دن کی روشنی میں وہ مارے جائیں گے ، اور بھاگ بھی نہیں سکے گیں، چنانچہ اسی وجہ سے ہم دن کے بجائے رات کو کاروائی کرتے ہیں کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ اپنے مخالفین کو ماریں بلکہ ہم تو صرف ان علاقوں کی آزادی چاہتے ہیں تاکہ وہاں شریعت کا نظام قائم کر سکیں نہ یہ کہ ہم وہاں قتل وغارت گری اور خون کا بازار گرم کریں
ساتھیوں کیساتھ معاملے کے بارے میں ایک مجاہد عتیق الرحمن آپ کے بارے میں کہتے ہیکہ ایک مرتبہ آپ کسی بات پر بدخشاں سے تعلق رکھنے والے مجاہدین پر سخت غصہ ہوئے اور انہیں سخت باتیں سنائی، لیکن واپسی کی وقت آپ کو اپنے اس فعل پر بہت سخت پشیمانی ہوئی، چنانچہ آپ نے دوبارہ لوٹ کر ہر ایک سے انفراداً معافی مانگ کر سب کو راضی کر لیا اور پھر خوشی خوشی اپنے جگہ کے طرف روانہ ہوئے

زہد و تقوی:

ایک طرف آپ اپنے ساتھیوں کے درمیان بہادری، غیرت اور جنگی تجربے کے بنیاد پر مشہور تھے، تو دوسری طرف آپ کی طرح زہد و تقوی اور عاجزی بھی بہت کم لوگوں میں پائ جاتی تھی الغرض آپ تقوی اور پرہیز گاری کا ایک نمونہ تھے، آپ نے کبھی بھی بیت المال سے اپنے ذاتی خرچے کیلئے کچھ نہیں لیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس بات کی وصیت کرتے رہتے کہ خیانت سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں۔ حالانکہ آپ ایک بڑے انتظامی عہدے پر فائز کمانڈر تھے اور تمام عسکری اور مالی امور آپ کے زیر نگرانی تھے لیکن اس کے باوجود آپ کے گھریلو اقتصادی حالات بڑے معتدل اور نیچے سطح کے تھے،
آپ کے ایک قریبی ساتھی مولاداد آکا آپ کی اقتصادی حالات کے بارے میں کہتے ہے کہ جس وقت افغانستان سے کمیونسٹ نظام کا خاتمہ ہوا تو مختلف تنظیموں کے باہمی جھگڑوں اور اختلافات کی وجہ سے آپ اپنے گھر پر کچھ کمانے کیلئے بیٹھ گئے، آپ نے اپنی پوری زندگی جہاد کے محاذ پر گزاری، اور اپنی ذاتی فائدے کیلئے کچھ نہیں کیا، اور نہ ہی بیت المال سے آپ نے کوئی ناجائز فائدہ اٹھایا، حالانکہ آپکو ایسے سخت معاشی حالات کا سامنا تھا کہ اکثر اوقات روزمرہ ضروریات کو پورا کرنے کیلئے مجھ سے قرض لیتے تھے

شہادت:

آخر کار یہ جوان مرد، بہادر، اخلاص کا پیکر اور وفادار، تجربہ کار مجاہد ملا امین اللہ بور جان بدھ کے روز عصر کی چار بجے کے وقت بمطابق (۹۱۹۹۶//۷/ ۲۷)ء کور یشمین تنگی کی مقام پر مخالفین کے ایک راکٹ کا نشانہ بنے اور اس طرح اللہ کے راستے میں آپ نے وعدے کو پورا کرتے ہوئے شہادت کی اعلی مقام سے سر فراز ہو کر اس فانی دنیا سے کوچ کر کے اللہ کے دربار میں چلے گئے

اللہ تعالی آپ کی روح کو خوشی سے سر شار رکھیں، اور جنت الفردوس کو آپ کا ٹھکانہ بنائیں۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

تحریر: شاہد غزنیوال // ترجمہ: حبیبی سمنگانی





جہاد فی سبیل اللہ کا مجدّد شہسوار

شہید ملا سیف الرحمن منصور رحمہ اللہ

پیدائش:

ملا سیف الرحمن منصور نے صوبہ پکتیا ضلع زرمت کے علاقے سہاکو کے ایک گاوں ہیبت خیل میں شہید مولوی نصر اللہ منصور کے گھر میں آنکھ کھولی۔ آپ کا گھرانہ ایک دینی اور علمی گھرانہ تھا ملا سیف الرحمٰن منصور کے والد مولوی نصر اللہ منصور (جن کا اصلی نام فضل الرحمٰن منصور تھا لیکن بعد میں وہ نصر اللہ منصور کے نام سے مشہور ہو گئے) ظاہر شاہ کے دور سے اپنے علاقے میں اور ملکی سطح پر بھی ایک مشہور دینی عالم اور سیاسی رہنما تھے۔ وہ غزنی کے نور المدارس فاروقیہ سے فارغ التحصیل تھے اور علماء کی خدام الفرقان نامی دینی تنظیم کے اہم ذمہ داروں میں سے ایک تھے۔

مولوی نصر اللہ منصور افغانستان کی سیاسی ودعوتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے، اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنے گاوں (ہیبت خیل) میں تدریسی حجرہ کھول رکھا تھا۔ سیف الرحمٰن منصور، مولوی نصر اللہ منصور کے دوسرے بیٹے تھے، انہوں نے اپنے عالم اور مجاہد والد کے سائے میں پرورش پائی، اس طرح بچپن ہی سے ان کی تربیت ایک علمی اور جہادی ماحول میں ہوئی۔

تعلیم:

ملا سیف الرحمٰن منصور نے اپنے تعلیمی سلسلے کا آغاز اپنے آبائی علاقے ہیبت خیل میں اپنے والد صاحب کے مدرسے سے کی۔ لیکن جب داؤد خان کے دور میں سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگادی گئی اور بالخصوص دینی سیاسی علماء کے لئے حالات بہت تنگ ہو گئے تو حالات کی سختی کی وجہ سے مولوی نصر اللہ منصور شہید اپنے اہل وعیال سمیت ہیبت خیل کو چھوڑ کر غزنی کے ضلع زرمت کے علاقے شاہی کوٹ کی طرف نقل مکانی کر گئے اور وہاں امامت وتدریس اور اصلاحی وسیاسی سرگرمیاں شروع کیں ملا سیف الرحمٰن نے یہاں بھی اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا

لیکن جب بعد میں حالات زیادہ سخت ہو گئے تو مولوی نصر اللہ صاحب، اپنے خاندان کو واپس آبائی گاؤں بھجوا کر خود ڈیورنڈ لائن کے اس طرف (میران شاہ) شمالی وزیرستان چلے گئے۔

کچھ عرصے بعد جب افغانستان پر کمیونسٹوں کا قبضہ ہو گیا اور ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو سیف الرحمن بھی اپنے باقی گھر والوں کے ساتھ ہجرت کر کے پہلے شمالی وزیرستان اور پھر پشاور چلے گئے۔ ملا سیف الرحمٰن نے کچھ عرصہ خیبر پختونخواہ میں ڈیرہ اسمٰعیل خان کے علاقے کلاچی میں جامعۃ نجم المدارس اور پھر گوجرانوالہ میں جامعہ عربیہ میں تعلیم حاصل کی۔ پھر کافی عرصہ پشاور میں مدرسہ جامعہ نور المدارس فاروقیہ میں زیرِ تعلیم رہے۔ یہاں انہوں نے جماعت نہم تک تعلیم حاصل کی لیکن پھر جہادی مصروفیت کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔ عمومی تعلیم کے علاوہ انہوں نے اسلامی دعوت و سیاست کے موضوع پر کچھ مخصوص کورس بھی کیے تھے مولوی نصر اللہ شہید سالانہ چھٹیوں میں طلباء کے لئے ان کورسز کا انتظام کرتے تھے۔

اس کے علاوہ حربی و انتظامی تربیت انہوں نے کئی دفعہ حاصل کی تھی۔ روس کے جہاد کے دور میں ملا سیف الرحمٰن نے ایک تربیتی مرکز میں اپنے بہت سے دوستوں کے ساتھ ہلکے اسلحے کے ساتھ ساتھ، کچھ بھاری اسلحہ (مثلاً-RPG راکٹ، -82mm (ہشتہ دو)، اور --SPG9 وغیرہ) کی تربیت بھی حاصل کی۔ اسی طرح کمیونسٹ جہاد کے آخری سالوں میں پکتیا میں انہوں نے ٹینک، توپچی اور نقشے پڑھنے کے عملی دورے بھی کئے۔

بیعتِ طریقت:

ملا سیف الرحمٰن نے جہاں م اسلحے سے کفار کے خلاف جہاد کیا وہاں نفسِ امارۃ اور شیطان سے دفاع کا بھی اہتمام کیا۔ جیسا کہ ان کے والد مولوی نصر اللہ شہید، کابل، قلعہ جواد کے حضرت ضیاء المشائخ ابراھیم مجددیؒ سے بیعت تھے۔ اسی طرح ملا سیف الرحمٰن بھی نقشبندیہ مجددیہ سلسلے کے مشہور صوفی اور سالک تھے۔

ملا سیف الرحمٰن نے پہلے خلیفہ صاحب فضل دین مرحوم (المشہور ارغندی خلیفہ صاحب) کی بیعت کی پھر ان کی وفات کے بعد زرمت میں خلیفہ صاحب دین محمد اور وردگ (جغتو) میں خلیفہ احمد ضیاء صاحب سے مستقل نسبت قائم کی۔

ملا سیف الرحمٰن تصوف کی راہ کے ایک متقی مسافر تھے۔ جہادی مصروفیات کے دوران اپنے ساتھیوں کے لئے غیر معمولی معمولات مقرر کرتے تھے مثلاً پانچ وقت باجماعت نماز کے بعد پانچ سورتوں (بالترتیب فجر سے عشاء یٰسین، فتح، نباء، نوح اور الملک) کی تلاوت، صبح فجر کے بعد نیند کی بجائے اذکار اور ورزش اور عصر کے بعد ختم خواجگان ان کے معمولات میں سے تھے۔ ملا سیف الرحمٰن نے اپنے زندگی کے آخری ایام تک تصوف کے کئی مراحل طے کر لئے تھے۔ ان کے مجاہد ساتھی جہاد کے مختلف مراحل کے دوران ان کی کرامات کے قصے بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑی کرامت ان کی شہادت کے موقع پر ظاہر ہوئی۔

کمیونزم کے خلاف جہاد اور امارت اسلامی میں ان کی خدمات:

بچپن سے ہی ملا سیف الرحمٰن کی تربیت جہادی ماحول میں ہوئی تھی اور ان کا دل جہاد کے عشق اور جذبے سے سرشار تھا۔ ان کے بچپن کے ایک دوست قاری اکمل کہتے ہیں کہ:

جب ملا سیف الرحمٰن ۲۱ سال کے تھے اور ڈیرہ اسمٰعیل خان کے علاقے کلاچی میں پڑھ رہے تھے، جب بھی کوئی دعا ہوتی وہ بہت زیادہ رویا اور بے دریغ آنسو بہایا کرتے تھے۔ قاری اکمل کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ آپ اتنا کیوں روتے ہیں؟ ملا سیف الرحمٰن نے جواب دیا: بھائی ہم یہاں مدرسے میں آرام سے بیٹھے ہیں اور آج کے دن نہ جانے کتنے مجاہدین افغانستان کے پہاڑوں پر شہادت پا گئے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ مجھے جوانی نصیب کرے تو میں بھی مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو کر اللہ کے راستے میں لڑوں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ مجھے شہادت کی موت سے سرفراز فرمائے

اسی فطری جہادی جذبے کی وجہ سے ملا سیف الرحمٰن نے اپنی ساری صلاحیتیں اور ساری جوانی جہاد میں کھپا دی سولہ سال کی عمر میں پہلی دفعہ انہوں نے روس اور اس کی غلام کمیونسٹ فوج کے خلاف جہادی کاروائی میں شرکت کی اور زخمی بھی ہوئے۔ اور اسی طرح صوبہ خوست میں بھی مصروفِ جہاد رہے۔ سال ۱۹۸۷۔ ۱۹۸۹ میں صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت میں متعدد کاروائیوں میں حصہ لیا۔ اسی دوران وہ گردیز کے دفاعی پوسٹوں پر ایک حملے میں زخمی ہوئے۔ ۱۹۸۹ میں جب کمیونسٹ گلم جم ملیشیا نے ضلع زرمت پر حملہ کیا تو اس وقت ملا سیف الرحمن ایک جہادی گروپ کے مسؤل تھے۔

جب کمیونزم کے خلاف جہادِ افغانستان کامیاب ہوا تو ملا سیف الرحمن گردیز میں اپنے گھر پر مقیم ہوئے۔ ۱۳۸۱۔۱۱۔۰۲ھ ش میں جب مولوی نصر اللہ منصور دشمن کے ایک بزدلانہ حملے میں شہید ہوئے تو ملا سیف الرحمن پر مجاہد ساتھیوں کی دیکھ بال اور گروپ کی مسؤلیت کے ساتھ ساتھ گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ بھی پڑ گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ پکتیا کے علاقے گردیز کی پندرہویں راہداری کی ذمہ داری بھی تھی اور مولوی منصور شہید کے مجاہد ساتھیوں میں بھی یہ بڑے سمجھے جاتے تھے۔ ان کی ذمہ داریوں میں علاقے کی امن و امان کی صورتحال کو صحیح رکھنا اور مجاہد ساتھیوں کی عسکری و انتظامی تربیت کرنا تھا۔ وہ علاقے کے چور اور لٹیروں کے سامنے ڈٹ گئے۔ انہی کے ساتھ ایک جھڑپ میں ان کی تین انگلیاں کام آ گئیں۔

جب عام فساد کے خلاف طالبان اور دینی علماء نے تحریک شروع کی تو ملا سیف الرحمٰن منصور اور ان کے ساتھیوں (جن میں سے اکثر طالب علم تھے) نے ایک وفد قندھار بھیجا اور اس کے فوراً بعد ان کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد ان کے دوستوں کا ایک گروپ کاروان کی شکل میں طالبان میں شمولیت کے لئے قندھار کی طرف روانہ ہوا۔

یہ لوگ ابھی خرنی اور شلگر سے ہوتے ہوئے مقر تک پہنچے تھے کہ طالبان بھی اس علاقے میں پہنچ گئے اور یہاں یہ لوگ اکٹھے ہو گئے اور غزنی کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ جب غزنی پر حملہ ہونے والا تھا تو ملا سیف الرحمٰن نے پکتیا کی طرف سے خود چند ٹینکوں اور مسلح ساتھیوں سمیت کاروائی میں حصہ لیا۔ یہ کاروائی ملا سیف الرحمٰن کی طرف سے اسلامی امارت کے تحت پہلی کاروائی تھی۔ غزنی فتح ہونے کے بعد امارتِ اسلامی نے ٹینک اور توپخانے کی مسؤلیت ملا سیف الرحمٰن اور ان کے ساتھیوں کے سپرد کر دی۔ کیوں کہ ملا صاحب کے ساتھیوں نے اس شعبے میں پہلے سے تربیت حاصل کر رکھی تھی اس لئے انہوں نے غزنی میں موجود ٹینکوں کو سنبھال لیا اور اسی طرح قندھار سے بھی کچھ ٹینک چلا کر غزنی لے آئے۔ اس کے بعد ملا سیف الرحمٰن نے میدان شار، لوگر اور چہار اسیاب میں امارتِ اسلامی کے فاتحانہ معرکوں میں شرکت کی یہاں سے فراغت کے بعد کابل کی فتح سے قبل پکتیکا کے علاقے ارگون میں پری نامی ایک بدمعاش کے خلاف کاروائی کی۔ اس کے بعد امارتِ اسلامی کے ذمہ داروں کے ایک کاروان کے ساتھ ایک گروپ کے مسؤل کے طور پر پکتیا سے ایک سفر کی ابتداء کی جس میں زازئی، سپینہ شگہ، ازرہ اور حصارک کے علاقے تصفیہ کے گئے اور بعد میں جلال آباد کا کنڑول بھی سنبھال لیا۔ اس کے بعد کابل فتح ہوا اور احمد شاہ مسعود کو پنجشیر کے علاقے دالان سنگ تک پسپا کر دیا گیا۔

فتحِ کابل کے بعد ملا سیف الرحمن نے قرغہ کے فرقہ نمبر ۸ کے معاون اور ٹینک یونٹ کے مسؤل کے طور پر اپنے کام کا آغاز کیا۔ افغانستان پر صلیبی حملے تک ملا موصوف ان ذمہ داریوں کو انجام دیتے رہے۔ اس دوران کابل کے شمالی جنگی محاذوں پر بھی جنگ میں شرکت کی اور کافی عرصہ شکر درہ کے خطِ اول کے مسؤل بھی رہے۔

شمال میں امارتِ اسلامی کی تمام پیش قدمیوں میں ملا منصور شامل رہے اور اسی دوران اِن کے ایک بھائی ملا منصور رحمن منصور بھی جامِ شہادت نوش کر گئے۔

جب-1998ء میں امارتِ اسلامی کے مجاہدین نے سالنگ کا ٹنل عبور کیا تو ملا سیف الرحمن اور اِن کے دوست بھی اس عظیم کاروان میں شریک تھے۔ ان عملیات کے دوران ملا سیف الرحمن پل خمری کے نزیک رباتگ کے علاقے میں پیٹ میں گولی لگنے سے شدید زخمی ہوئے جس کے بعد اِن کو علاج کی خاطر ہیلی کاپٹر میں کابل منتقل کیا گیا

اس کے بعد کابل کے علاقے شکر درہ میں مسؤلیت کے دوران مارٹر گولہ کے چند ٹکرے لگنے سے ان کے داہنے ہاتھ کی کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی جس سے ان کا ہاتھ مکمل طور پر ناکارہ ہوگیا۔ دوسرے ہاتھ کی صرف دو چھوٹی انگلیاں ٹھیک تھیں۔ کئی بار مسلسل زخموں کی وجہ سے ان کے دونوں ہاتھوں کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی۔ بعد میں شمال پر حملے کے دوران جب ملا صاحب اپنے ساتھیوں سمیت دشمن کے محاصرے میں آگئے تو نکلنے کا ایک ہی راستہ تھا جس پر ملا صاحب نے غور بند کی طرف پیش قدمی کی۔ اس حملے میں ان کا سر زخمی ہوا لیکن اس دفعہ زخم کی شدت نسبتاً کم تھی جب امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا تو ملا سیف الرحمن شمال میں جنگی خطوط پر اپنے مجاہد ساتھیوں سمیت ڈٹے رہے۔ کابل میں امارتِ اسلامی کے سقوط کے بعد ملا صاحب اپنے چند دوستوں کے ساتھ لوگر چلے گئے۔



اس دوران ملا صاحب نے امارت کے مسؤلین کو مشورہ دیا کہ شمالی اتحاد کی پیش قدمی روکنے کے لئے لوگریا تیری کے علاقے میں دفاعی خط قائم کیا جائے۔ لیکن امریکیوں کی شدید بمباری اور مصلحت کے پیشِ نظر آمنے سامنے جنگ کی بجائے گوریلا جنگ لڑنے کا فیصلہ ہوا۔ پھر ملا صاحب اپنے ساتھیوں سمیت اپنے علاقے زرمت چلے گئے۔ اسی دوران جبکہ حالات بہت سنگین تھے ملا سیف الرحمن جناب امیر المؤمنین سے ملنے اور ہدایات لینے کی خاطر قندھار گئے، اگرچہ وہ امیر المؤمنین سے تو نہ مل سکے لیکن وائرلیس کے ذریعے امیر المؤمنین نے ان کو ہدایات دیں کہ مجاہدین کو میرا یہ پیغام پہنچادیں کہ پہاڑوں کا رخ کریں اور آخری دم تک امریکیوں کے خلاف جہاد کو جاری رکھیں۔ قندھار سے واپسی پر ملا صاحب نے بلاتاخیر شاہی کوٹ کے پہاڑوں کا رخ کیا اور جہادی مرکز بنانے اور گوریلا کاروائیاں شروع کرنے کی تیاری شروع کر دی۔

امارتِ اسلامی کے دور سے ہی ملا سیف الرحمٰن کا مہاجر مجاہدین کے ساتھ خصوصی تعلق اور محبت والا رابطہ تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے ساتھیوں کو بھی ان مہاجرین کا خصوصی خیال رکھنے کی تاکید کرتے وہ اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے ہمیں تو شاید مقامی ہونے کی وجہ سے یہ خیال آجائے کہ ہمارا علاقہ یا ہماری حکومت ہے لیکن یہ لوگ خالص اللہ کے دین کے لئے اپنے وطن چھوڑ کر ہمارے دست و باز بننے یہاں آئے کابل کے سقوط کے بعد مہاجر مجاہدین کی اکثریت اپنے خاندانوں سمیت پکتیا کی طرف منتقل ہو گئی۔ اگرچہ ان میں نوجوان اور بزرگ بھی تھے لیکن زیادہ تعداد لاوارث خواتین اور بچوں کی تھی جن کے سرپرست یا تو شہید ہو گئے تھے یا پھر شمال کی طرف گھیرے میں پھنس گئے تھے۔

ان مہاجرین میں سے قابلِ ذکر، قاری محمد طاہر فاروق، ابو خباب المصری، عبدالرحمٰن کینیڈی، شیخ ابو علی، ابو اللیث اللیبی، سیف العادل، ابو مصعب السوری، زید الخیر، ابو محمد اور عبدالہادی وغیرہ تھے اس کے علاوہ بہت سے عرب، چیچن، ازبک اور ترکستانی مجاہدین اور ان کے خاندان بھی تھے

ملا سیف الرحمٰن منصور نے اپنے جنوبی وزیرستان کے ایک قریبی دوست نیک محمد شہیدؒ کے ساتھ مل کر مہاجرین اور ان کے خاندانوں کے افغانستان سے محفوظ انخلاء اور اپنے وطنوں کو واپسی کا انتظام شروع کیا تا کہ ہزاروں مہاجر مجاہدین اور خواتین امریکی درندوں کے ظلم سے محفوظ رہ سکیں۔ پہلے مرحلے میں ملا صاحب نے مہاجرین کو زرمت، پکتیا اور پکتیکا میں مقامی لوگوں کے ہاں ٹھہرانے کا انتظام کیا، اس دوران نیک محمد شہید نے وزیرستان میں ان کے لئے جگہوں کا بندوبست کیا مہاجرین کے پاس موجود گاڑیاں اور دیگر چیزیں وغیرہ بیچ کر یہ رقم زادِ راہ کے طور پر ان کو دی گئی پھر ایک خفیہ اور منظم پروگرام کے ذریعے مجاہدین کی خواتین اور بچوں کو وزیرستان کے ذریعے کراچی کے ساحل تک پہنچایا اور پھر یہاں سے سمندری یا فضائی راستوں کے ذریعے اپنے ملکوں کو روانہ کیا گیا۔ اس طرح عرب مجاہدین کے کئی خاندان محفوظ اور باعزت طریقے سے اپنے گھروں تک پہنچ گئے۔

مہاجرین کو محفوظ مقامات پر منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ ملا سیف الرحمٰن اور ان کے ساتھیوں نے امریکہ کے خلاف مزاحمت کو منظم کرنے پر بھی بھرپور توجہ دی۔ چنانچہ انہوں نے ضلع زرمت کے جنوبی علاقے شاہی کوٹ کے پہاڑوں (جہاں روس کے زمانے میں بھی مجاہدین کا ایک مضبوط مرکز تھا) میں مرکز بنایا۔ گردیز اور دیگر علاقوں سے ہلکا اور بھاری اسلحہ یہاں منتقل کیا گیا اور اس کے علاوہ شاہی کوٹ کے درے کے چاروں طرف مضبوط مورچے بنا کر ان پر طیارہ شکن گنیں نصب کی گئیں مجاہدین نے دسمبر ۲۰۰۱ء سے لے کر مارچ ۲۰۰۲ء تک شدید سردی اور انتہائی سخت حالات کے باوجود اس مرکز کو مضبوط بنانے کا کام جاری رکھا۔ یہ وہ وقت تھا جب غاصب امریکی فوج فضائی اور زمینی ذرائع سے ہر جگہ مجاہدین کو تلاش کرتی پھر رہی تھی اور ساری مجاہد افغان قوم سخت عدم اطمینان اور بے چینی کا شکار تھی۔

ملا سیف الرحمٰن نے ان سخت آزمائشی حالات میں صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کیا، نامساعد حالات، اسلحے اور ساتھیوں کی کمی اور تنہائی ان کے عزم کو ذرا بھی متزلزل نہ کر سکی اور نہ ہی انہوں نے جہاد کے عقل پرست مخالفین کے اس واویلے پر کوئی توجہ دی کہ ملا سیف الرحمٰن کی امریکہ کے خلاف مزاحمت صرف پاگل پن اور بغاوت ہے۔ ملا سیف الرحمٰن نے اپنے دوستوں اور مخالفین پر حجت تمام کرنے کے لئے ایک دن انہیں ضلع زرمت کے مرکز کے قریب ایک کچی مسجد میں اکٹھا کیا۔ پہلے انہوں نے سب کے خیالات سنے، ہر کسی کی رائے مختلف تھی پھر انہوں نے سارے حاضرین کو مخاطب کر کے واضح الفاظ میں کہا

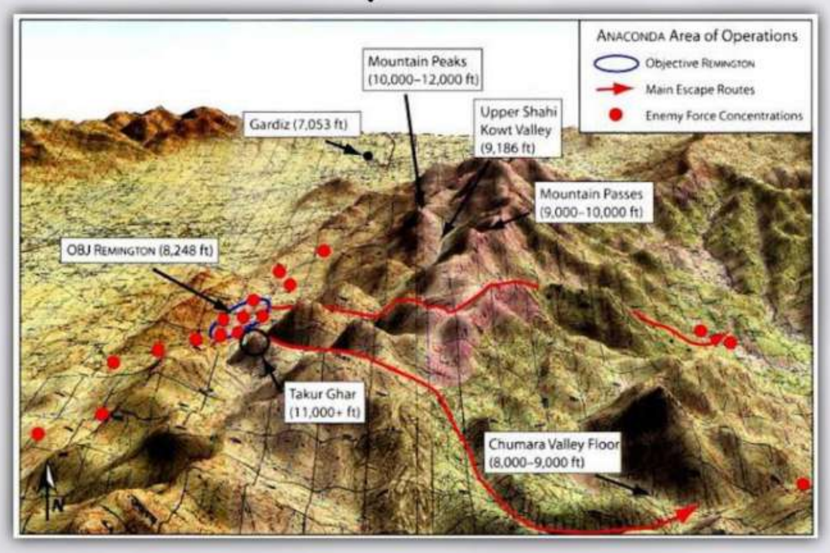
"اگرچہ میں پورا عالم نہیں ہوں لیکن الحمد للہ مجھے اتنا علم ہے کہ امریکی کافر حملہ آور ہیں اور ان کو نکالنے کے لئے جہاد فرضِ عین ہے اور اس کے ساتھ ہمارے شرعی امیر عالی قدر امیر المؤمنین نے بھی مجھے ہدایت کی ہے امریکیوں کے خلاف جہاد کو ہر حال میں جاری رکھیں، میں آپ سے کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کرتا بس اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جو کوئی چاہتا ہے کہ ہمارے ساتھ مل کر جہاد کرے، تو اسے بیعت بالشہادۃ کرنی پڑے گی۔ ہمارے سامنے جہاد کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔

شاہی کوٹ میں صلیبیوں کے ساتھ عظیم معرکہ:

ملا سیف الرحمن منصور کی قیادت میں مجاہدین نے منصوبہ بنایا کہ اس اہم سٹریٹیجک علاقے میں ایک مضبوط مرکز کے قیام کے بعد موسم گرم ہوتے ہی میدانی علاقوں میں امریکیوں کے خلاف ایک گوریلا جنگ شروع کر دیں۔ ان میں پکتیا، پکتیکا اور غزنی کے مجاہدین کے علاوہ مہاجر مجاہدین بھی تھے جن میں اکثریت قاری طاہر جان کے ساتھیوں کی تھی اور ان سب کی تعداد تقریباً-100 کے قریب تھی۔ ۳مارچ ۲۰۰۲ کو امریکیوں نے سابقہ اطلاعات کی بنیاد پر اس علاقے پر حملہ کر دیا اور ساتھ ہی مجاہدین نے بھی زبردست مزاحمت شروع کر دی۔ امریکی کمانڈوز کے ساتھ افغان مجاہدین کی یہ پہلی لڑائی تھی جو تقریباً دو ہفتے تک جاری رہی۔ اس لڑائی میں امریکیوں کے علاوہ ڈنمارک، آسٹریلیا کینیڈا، فرانس، جرمنی اور ناروے کے مخصوص فوجی دستوں نے حصہ لیا۔

اس لڑائی کے دوران مجاہدین کی نہایت موثر منصوبہ بندی کی وجہ سے امریکی فوج کے زمینی دستے کو مجاہدین نے اس پیچیدہ پہاڑی علاقے میں گھیر کر واصل جہنم کیا۔ مجاہدین نے اپنے تمام تر علاقے میں اینٹی ائیر کرافٹ گنیں نصب کی تھیں اور انہوں نے دشمن کو مکمل موقع فراہم کیا کہ وہ اپنی افواج کو زمین پر اتار دیں۔ لیکن جب بھی دشمن کے ہیلی کاپٹر افواج کو اتارنے کے بعد چلے جاتے تو مجاہدین ان پیدل افواج پر حملہ کرتے اور نصب شدہ اینٹی ائیر کرافٹ کے ذریعے ہیلی کاپٹر کو یہ موقع نہ دیتے کہ اپنی افواج کو جنگ کے علاقے سے واپس لے جائے۔

امریکیوں نے اس آپریشن کے دوران جس کو امریکا نے اناکونڈا (اژدہا) کا نام دیا تھا، کہا کہ اس لڑائی میں، 10000 ہزار سے زیادہ بم برسائے گئے جس میں زہریلے، کیمیائی اور آکسیجن ختم کرنے والے بم بھی شامل تھے۔ لڑائی کے تیسرے دن شاہی کوٹ کے پہاڑوں پر زبردست برف باری ہوئی اور درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بھی نیچے گر گیا جس کی وجہ سے دشمن کے زہریلے ہتھیاروں نے مجاہدین کو قابل ذکر نقصان نہیں پہنچایا۔



لڑائی کے دو ہفتے بعد 18-مارچ-2002ء کو افغانستان میں امریکی فوج کے سربراہ جنرل ٹومی فرینکس نے اس آپریشن کے کے خاتمے کا اعلان کیا۔ اس نے واضح الفاظ میں کہا کہ اس آپریشن میں 2-ہیلی کاپٹر تباہ، 8-فوجی مردار اور 82-فوجی زخمی ہو گئے۔ لیکن جو کچھ جنگ میں موجود مجاہدین نے دیکھا یا جنگ میں موجود فوجیوں نے جنگ کے بارے میں بعد میں لکھا، اس نقصان سے کئی گنا زیادہ تھا جس کا ٹومی فرینکس نے اعلان کیا تھا۔



مثلاً ایک امریکی فوجی (سارجنٹ براون) نے شاہی کوٹ کے معرکے کی پہلی دن کی لڑائی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

""لڑائی کے پہلے دن جنگ کی ابتداء کے چند لمحوں بعد فوجیوں سے بھرا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا گیا، جس میں سے اکثر فوجی ہلاک اور باقی زخمی ہوئے۔ میں طبّی امداد کے ٹیم میں تھا، ہماری پوری کوشش تھی کہ اپنے زخمی فوجیوں کو محفوظ مقام تک پہنچادیں۔ ہم زخمیوں کی طرف چل پڑے، ان تک ابھی 20-میٹر کا فاصلہ تھا کہ ہمارے اوپر میزائلوں اور چھوٹے اسلحے کی فائرنگ شروع ہوگئی۔ طبّی امداد کی ٹیم کے ۴ فوجی اہلکار بھی ہلاک ہوگئے اس دن ۱۴ گھنٹے لڑائی جاری رہی۔ دشمن ہمارے اتنا قریب تھا کہ ہمارے جہاز جو 500- کلو وزنی بم لیئے ہوا میں پرواز کررہے تھے، کو اجازت نہ دی گئی کہ بمباری کریں کیوں کہ خود ہمیں بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ ہمارے ۸ امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔""

(کتاب: افغانستان کے بعد افغان کے بابِ چہارم سے اقتباس)

اس معرکے میں امریکیوں کے بہت ہیلی کاپٹر مجاہدین نے مار گرائے۔ چونکہ میدان جنگ بہت وسیع تھا اور مختلف جگہوں پر لڑائی جاری تھی اور خود امریکی بھی کوشش کررہے تھے کہ ان کے مالی و جانی نقصان کو منظر عام پر نہ لایا جائے، اس لئے نقصان کی دقیق تفصیل بتانا مشکل ہوگا لیکن ایک محتاط اندازے کے مطابق دشمن کے ۵ سے زائد ہیلی کاپٹر تباہ اور 100- سے زائد فوجی مردار ہوئے۔

اس معرکے میں 40- کے نزدیک مجاہدین شہید ہوئے جن میں مجاہدین کے امیرِ لشکر جناب ملا سیف الرحمن منصور اور ان کے جنگی معاون ملا فدا محمد جواد شامل تھے۔

شاہی کوٹ کا معرکہ کوئی عام معرکہ نہیں تھا۔ اس معرکے میں امریکی جنگی ٹیکنالوجی اور ان کی فوجی برتری کا جو جھوٹا پروپیگنڈا کیا گیا تھا، اس کی حقیقت کھل کے سامنے آئی۔ دو ہفتے بعد اگرچہ امریکیوں نے آپریشن بند اور اس کے کامیاب ہونے کا اعلان کیا لیکن اس معرکے کے بعد پورے ملک میں مزاحمت نے ایک نئی شکل اختیار کی۔



شہید ملا سیف الرحمن منصور کے تقویٰ اور دیانت کے کچھ واقعات:

ملا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے تقویٰ، خوش اخلاقی اور دیانت جیسی بہترین صفات سے نوازا تھا۔ ان کے اخلاق حسنہ کو اگر تفصیلاً بیان کیا جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا اس لئے چند واقعات پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

عبادت اور تہجد کے ساتھ لگاؤ:

ملا سیف الرحمن کے بچپن کے دوست قاری اکمل کہتے ہیں کہ:

"جب ملا صاحب 13-سال کے تھے اور گوجرانوالہ کے مدرسہ عربیہ میں زیر تعلیم تھے، سخت سردی کے دن تھے۔ رات کو جب میری آنکھ کھلی تو ملا صاحب اپنی بستر پر نہیں تھے۔ مجھے فکر لاحق ہوئی اور میں ان کی تلاش میں باہر نکلا، ہر جگہ دیکھا لیکن وہ نہیں ملے۔ آخر کار میں مدرسے کی چھت پر چڑھا۔ وہاں دیکھا کہ ملا صاحب نے اس سخت سردی میں صرف کپڑے پہنے ہوئے تھے اور تہجد پڑھ رہے تھے میں بھی ان کے پیچھے چپ کے کھڑا رہا۔ نماز ختم کرنے کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دعا کے دوران رونا شروع ہو گئے اور اس وجہ سے ان کی آواز تھوڑی بلند ہو گئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کو ایسے الفاظ سے مخاطب کر رہے تھے جس طرح کہ وہ اللہ کو دیکھ رہے ہوں اور اللہ سے فریادیں کر رہے تھے۔ یہ حالت کافی دیر تک رہی، آخر کار میں سردی سے تنگ آ کر واپس نیچے چلا گیا۔ صبح صادق کے نزدیک مجھے ان کے واپس آنے کا پتہ چلا، میں نے پوچھا آپ کدھر گئے تھے، کہنے لگے "کہ دل بہت بھر آیا تھا، بس دل کی بھڑاس نکالنے گیا تھا۔"

ملا سیف الرحمن کے ایک اور دوست مفتی فیض محمد صاحب اور ان کے بعض اور رفقاء یہ کہتے ہیں کہ ملا صاحب نے تہجد دورانِ تعلیم، جہاد اور حتیٰ کہ زخمی حالت میں ہسپتال میں بھی نہ چھوڑی۔

تقویٰ اور حق گوئی:

ملا صاحب خود متقی ہونے کے ساتھ ساتھ باقی احباب کو بھی تقوٰی کی تلقین کرتے اور کہتے کہ "دیکھو! یہ تقویٰ اختیار کرنا کوئی مشکل کام تو نہیں، بس ایک بار اپنے نفس کو پاؤں تلے روند ڈالو تو پھر اسے اختیار کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی گی"۔

مفتی فیض محمد صاحب کہتے ہیں کہ ملا سیف الرحمن اپنے والد کے ساتھ کہیں دعوت پر گئے۔ وہاں بہت لوگ آئے تھے۔ تب ملا صاحب کے جوانی کے ایام تھے اس دوران انہیں پتہ چلا کہ میز بانوں کا اس سے پہلے غیر شرعی کاروبار تھا جب کھانا آیا تو انہوں نے کھانے کے لئے ہاتھ آگے نہ کیا۔ لوگوں نے بہت زیادہ اصرار بھی نہیں کیا کہ شاید وہ روزے سے ہوں۔ گھر واپس آکر کھانا طلب کیا اور اپنے والد صاحب ملا نصراللہ منصور شہید سے کہا کہ آپ ایسے لوگوں کے ہاں کھانا کیوں کھاتے ہیں جن کی کمائی حلال نہ ہو۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ بیٹا یہ لوگ اب مجاہدین کے غمخوار اور ہمدرد ہیں، ان کی اب کی کمائی پاک ہے، اس لئے ان کا کھانا کھانے میں کوئی شرعی حرج نہیں ہے۔

بیت المال کے بارے میں احتیاط:

تحریک کے دوران جب ملا صاحب دوسری بار زخمی ہوئے تو ان کے ہاتھ کی ہڈی بالکل ناکارہ ہو گئی۔ ملا صاحب جناب امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کی ملاقات کے لئے قندھار گئے۔ امیر المؤمنین نے ان سے کہا کہ آپ کو بیرونِ ملک ہاتھ کے علاج کے لئے بھیجتے ہیں۔ اس پر ملا صاحب نے جواب دیا کہ میں مشہور سرجن (موسیٰ وردگ) سے مشورہ کرتا ہوں کہ اگر باہر علاج کرانے سے میرا ہاتھ اس قابل ہو جائے کہ اس سے اسلحہ چلا سکوں، تو ٹھیک ہے ورنہ فضول میں بیت المال کا پیسہ کیوں ضائع کیا جائے۔ ڈاکٹر موسیٰ نے ملا صاحب کو بتایا کہ کہیں بھی علاج کرنے سے یہ ہاتھ تھوڑا بہت ہلنے کے قابل ہو جائے گا لیکن اسلحے کے استعمال کے قابل نہ ہو گا۔ اس وجہ سے ملا صاحب علاج اور بیرونِ ملک سفر سے منصرف ہو گئے۔

اسی طرح ان کے ایک دوست قاری حبیب قصہ بیان کرتے ہیں کہ تحریک کے دوران ملا صاحب نے اپنے بھائی کے شادی میں شرکت نہیں کی۔ میں نے جب وجہ پوچھی تو پہلے تو کچھ بہانے بنائے بعد میں صحیح وجہ بتائی کہ جب میں ادھر گاڑی میں جاؤنگا تو وہاں گاڑی مہمانوں کو لانے اور لے جانے کے لئے استعمال ہو گی اور میں نہیں چاہتا کہ بیت المال کی یہ گاڑی ذاتی کاموں میں استعمال کی جائے۔

شریعت کی پابندی:

امارت کے دوران ضلع زرمت کے ایک مولوی صاحب جو کہ ملا سیف الرحمن صاحب کے بہت پرانے اور قریبی دوست تھے، اور اس علاقے کے دو اور لوگ جو بہت مال دار تھے اور جنہوں نے ملا صاحب کے ساتھ بہت مالی مدد بھی کی تھی، ان سب پر رشوت کا ایک کیس ثابت ہو گیا۔ ملا صاحب نے کابل کے قرغہ میں ان سب کو اپنی قرار گاہ پر بلایا اور وہاں سے ان سب کو اپنی گاڑی میں ڈال کر نظامی عدالت لے گئے۔ جہاں سے ان کو قید کی سزا ہوئی۔ اس کام سے ملا صاحب نے یہ ثابت کیا کہ الہی قانون اور شریعت کے مقابلے میں ان کے سامنے دوستی، رشتہ داری اور دوسری ملحوظات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

جہاد کے ساتھ محبت:

قاری حبیب کہتے ہیں کہ کمیونزم کے خلاف جہاد کے دوران اِن کے شادی کے دن آ گئے۔ اس دوران ملا صاحب مجاہدین کے مرکز میں جہادی تربیت میں مصروف تھے۔ ان کے والد صاحب نے کئی بار اطلاع بھیجی کہ ان دنوں میں آپ گھر آ جائیں لیکن جہاد کے ساتھ محبت کی وجہ سے ملا صاحب نہیں گئے۔ ان کے والد صاحب خود گاڑی میں آئے اور ملا صاحب کو ہاتھ سے پکڑ کر ساتھ گھر لے گئے۔ دوران سفر بھی والد صاحب سے اصرار کرتے رہے کہ مجھے جہادی تربیت حاصل کرنی چاہئے

شوقِ شہادت:

مولوی ذکر اللہ ذاکری کہتے ہیں کہ کمیونزم کے خلاف جہاد کے دوران گردیز کی دفاعی پوسٹوں پر حملے سے پہلے ملا صاحب نے شوقِ شہادت سے اپنی ٹھوڑی خود باندھ لی لیکن اس حملے میں ملا سیف الرحمن شہید نہیں بلکہ زخمی ہوئے

ملا سیف الرحمن منصور کی شہادت:

ایک سچے مجاہد کی طرح ملا سیف الرحمن منصور بھی آغاز سے شہادت کے طالب تھے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے ملا صاحب ثابت کے مستعار نام سے مخابرے کے ذریعے تمام مجاہدین کے ساتھ رابطے میں تھے اور جنگی صورتحال کنٹرول کر رہے تھے۔ جنگ کے دوران ملا صاحب کئی بار شدید بمباری کے زد میں آئے لیکن اللہ نے انہیں بچائے رکھا یہاں تک کہ جنگ کے ساتویں دن ۱۹. ۱۲. ۱۳۸۱ھ ش بمطابق 10:-03 : 2002ء اللہ نے ان کی شہات کی دلی تمنا پوری کر دی

ملا صاحب کے چھوٹے بھائی ملا عبدالرحمن منصور جو کہ خود شریکِ جنگ تھے، کہتے ہیں کہ: "ہمیں جواد صاحب کی شہادت کی اطلاع تھی اور ان کی لاش لینے نکل پڑے۔ یہ عصر کا وقت تھا اور ہم شاہی کوٹ کے جنوبی حصے میں واقع مارز کو نامی گاؤں میں ایک نالے کے کنارے جارہے تھے کہ ہم نے ایک بہت ہی میٹھی خوشبو محسوس کی۔ اسی خوشبو کے تعاقب میں اور مجاہد ساتھی چل پڑے۔ تقریباً 20 میٹر کے فاصلے پر ہمیں چند لاشیں ملیں جن کے ارد گرد بمباری کے واضح نشانات تھے۔ میں نے ارد گرد کے درختوں میں لٹکے ہوئے قمندان صاحبملا سیف الرحمن کی خاکی رنگ کی ملتانی پگڑی کے ٹکڑے پہچان لئے۔ ایک لاش سے بہت ہی پیاری خوشبو آرہی تھی۔ اس کا سر جسد پر نہیں تھا۔ میں نے ان کے الٹے ہاتھ اور پیٹ پر لگے زخم کے نشانات سے پہچان لیا کہ یہ قمندان صاحب ملا سیف الرحمن ہیں۔ ان کے ساتھ چار لاشیں اور پڑی تھیں، جن میں ایک فضل محمد کی لاش تھی جو ضلع زرمت کا مجاہد تھا اور تین باقی مہاجر مجاہدین تھے۔ اسی گھڑی ان کی لاشوں کی تدفین کا بندوبست کیا ملا سیف الرحمن صاحب کے لاش کو ہم زرمت لے گئے اور چند رازدار علماء کی موجودگی میں ان کو سپردِ خاک کیا۔

مجاہدین کا مورال بلند رکھنے کے لئے ملا صاحب کی شہادت کو اتنا مخفی رکھا گیا کہ خود امریکیوں کو بھی چند سال گزرنے کے بعد تک پتہ نہ چلا اور چند سال بعد بھی ملا سیف الرحمن صاحب کی تصویر جہازوں کے ذریعے زمین پر گراتے رہے اور ان کے سر پر انعام مقرر کرتے رہے، جو امریکیوں کی خفیہ ایجنسیوں کے ضعف کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے

اولاد: إِنَّا لِلَّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

شہید ملا سیف الرحمن منصور نے اپنے پیچھے چار بیٹے چھوڑے جو اب بھی دینی تعلیم میں مصروف ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں

کہ ان پر ملا صاحب کی برکات رہیں اور یہ دین اور جہاد کے ستون بنیں



آں پیر لاشہ را کہ سپردند زیر خاک
خاکش چناں بخورد کزو استخواں نماند
زندہ ست نام فرخ نوشیرواں بعدل
گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند
خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند



وزیر اعظم ملا محمد ربانی رحمہ اللہ

تعارف :۔

مرحوم وزیر اعظم ملا محمد ربانی الحاج ملا امیر محمد کے بیٹے اور نیک محمد کے پوتے تھے۔1336 ہجری شمسی میں صوبہ قندھار کے مرکز کے ایک نیک اور مذہبی گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ مرحوم ملا محمد ربانی کے والد صاحب صوبہ قندھار کے نامور عالم، فاضل اور متقی شخص تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تمام اولاد خاص کر ملا محمد ربانی کی علمی اور عملی تربیت کا خاص اہتمام فرمایا

تعلیم :

چونکہ ملا محمد ربانی کو اللہ تعالی نے لیاقت، ذہانت اور علمی استعداد سے نوازا تھا، اس لئے ان کے والد صاحب نے بھی ان کو دینی علوم کے حصول کے لئے مدرسے میں داخل کرادیا۔ مرحوم ملا محمد ربانی نے زیادہ تر دینی تعلیم امارت اسلامیہ کے مفتی اعظم، شیخ الحدیث والتفسیر عبد العالی دیوبندیؒ کے زیر تربیت حاصل کیں۔
عام طور پر افغانستان میں دینی علوم کا حصول سرکاری اور رسمی (رجسٹرڈ) مدارس میں نہیں کیا جاتا بلکہ ملک کے نامور علماء کے زیر نگرانی ان کی اپنی مساجد میں طلبہ کی خاص تعداد کو مروجہ دینی اور شرعی علوم سکھائے جاتے ہیں۔
ان مروجہ علوم میں صرف، نحو، منطق، ریاضی، ادب، معانی، فقہ، اصول فقہ، علم التفسیر اور علم الحدیث شامل ہیں۔ یہ تعلیمی سلسلہ تقریبا202 ہجری سے پوری دنیا اور خاص طور پر خراسان کے نامور اور عظیم علماء مثلا ابو داؤد السجستانی، شیخ الاسلام محمد بن محمد بن بکر الخلمی اور امام ابو اللیث السمرقندیؒ سے افغانستان کو ورثے میں ملا ہے۔ اگرچہ یہ تعلیمی سلسلہ مسلسل حکومت اور حکومتی عہدیداروں کی طرف سے نظر انداز کیا گیا

لیکن الحمد للہ متدین عوام کی معاونت سے یہ سلسلہ افغانستان میں دینی علوم کی ترویج اور تاریخ افغانستان میں جہاد کی قیادت اور جہاد کو زندہ رکھنے میں اہم اور بنیادی کردار ادا کر رہا ہے مثلاً۔ 377 هجری میں سلطان محمود غزنوی نے انہی علماء کی رہنمائی میں ہند کو فتح کیا۔ 559 هجری میں جب سلطان شہاب الدین غوری افغانستان میں بیٹھ کر ہند کی آدھی خشکی پر حاکم تھا تو یہی علماء حکومتِ وقت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ اسی طرح جب موجودہ افغانستان کے مؤسس احمد شاہ ابدالی نے۔ 1160 ہجری میں مسلمانانِ ہند کی مدد کے لئے فوج ہندوستان روانہ کی، تب بھی علماء اس عمل میں پیش پیش تھے۔ افغانستان پر انگریز، روس اور امریکہ کے حملے کے وقت بھی مجاہدین کی راہنمائی انہی باعمل مجاہدین علمائے کرام نے کی۔

جہاد و قتال:

مرحوم ملا محمد ربانی ابھی دینی علوم سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ۔ 1357 ہجری شمسی میں کمیونسٹوں نے فوجی قوت کے ذریعے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور ساتھ ہی پورے ملک میں جہادی مقاومت شروع ہوئی۔ تب بھی مجاہدین کی قیادت علمائے کرام نے ہی کی۔ ملا محمد ربانی، جنہوں نے پہلے ہی سے اپنے اساتذہ سے علم، جہاد اور قربانی کی تربیت لی تھی، دین اور وطن کے دفاع کی خاطر میدانِ جنگ کی طرف چل نکلے۔ ان کی عمر تب۔ 21 سال تھی لیکن ساتھیوں میں دلیر، مدبر اور فداکار مجاہد کی حیثیت سے مشہور تھے۔ انہوں نے اپنی جہادی زندگی کا آغاز قندھار کے چند نامور مجاہدین کے ہمراہ افغانستان کے جنوب مغرب میں مؤسس جہاد، شہید ملا موسیٰ کلیم کے جہادی مجموعے سے کیا۔

اس کے بعد صوبہ قندہار کے ضلع ارغستان میں مجاہدین کو روسیوں کے خلاف منظم کرنے لگے۔ ضلع ارغستان کی چغنی نامی پہاڑی میں جہادی مرکز کی بنیاد رکھی اور یہیں سے صوبہ بھر میں کاروائیوں کا آغاز کیا۔ ضلع ارغستان کے چغنی، تورتاک، شابیگ اور سنگر نامی علاقوں میں روسیوں کے خلاف سخت کاروائیوں میں خود حصہ لیا۔ اگرچہ چغنی کے مسؤل کمانڈر عبدالرزاق تھے لیکن جنگ کے دوران مجاہدین کی راہنمائی مرحوم ملا محمد ربانی کرتے۔ تمام جہادی عملیات میں شرکت کی وجہ سے مرحوم ملا محمد ربانی کو اس مجموعے کا معاون مقرر کیا گیا جس کے بعد وہ مجاہدین میں حاجی معاون کے نام سے مشہور ہوئے۔

جہادی زندگی میں عسکری اور اداری ذمہ داریاں:

روس اور اس کے غلاموں کے ساتھ قندھار اور ملک کے جنوبی علاقوں میں شدید مزاحمت کی وجہ سے یہ علاقے مجاہدین کے مضبوط مورچے بن گئے اور مرحوم ملا محمد ربانی نے یہاں باقی مجاہدین کی طرح جہادی اور عسکری حیثیت سے خوب جنگ لڑی اسی جہادی اور عسکری مہارت کی وجہ سے ملا ربانی مرحوم نے۔1360 سے۔1369 تک مجاہدین کے جنوبی زون کے ایک ماہر کمانڈر کی حیثیت سے روسیوں کے ساتھ مختلف محاذوں پر دلیری سے مقابلہ کیا جس سے دشمن کو سخت جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا اور جس میں ملا مرحوم خود بھی ۳ سے زائد بار زخمی ہوئے۔

ان فاتحانہ جنگوں کی وجہ سے ملا مرحوم کا شمار ملک کے نامور جہادی کمانڈروں میں ہونے لگا اور اس وقت کی جہادی تنظیموں کے راہنماؤں کی نظر میں ایک قابل توجہ شخصیت ٹھہرے۔ یہ وہ دور تھا جب ۸ جہادی تنظیموں کے سربراہوں نے پاکستان میں افغانستان کے لئے ایک عبوری حکومت کے قیام کا اعلان کیا تھا۔ اس عبوری حکومت میں سربراہوں کے درمیان یہ فیصلہ طے پایا کہ مشہور جہادی کمانڈروں کو بھی حکومت میں خاطر خواہ عہدوں پر فائز کیا جائے گا۔ صدر، وزیر اعظم اور کابینہ پر مشتمل اس حکومت میں ملا مرحوم کو حج اور اوقاف کا معاون وزیر مقرر کیا گیا۔ اگرچہ تنظیمی طور پر ان کا تعلق مرحوم مولوی محمد یونس خالص کی تنظیم حزب اسلامی سے تھا لیکن جہادی لحاظ سے سب جہادی تنظیموں کے سربراہوں کے درمیان ان کا خاص مقام تھا۔ اس ذمہ داری کے ساتھ ساتھ مولانا مرحوم افغانستان کے اندر اپنے متعلقہ مجاہدین کی نگہداشت اور دشمن کے خلاف عملیات کرانے کے مسؤل بھی تھے اور بطور نائب وفاقی وزیر خود کئی جنگوں میں شرکت کی۔

جب صوبہ زابل کا مرکز قلات شہر مجاہدین کے شدید محاصرے میں تھا اور شہر کے شمال میں تبسخر کا مضبوط ترین مرکز مجاہدین نے ابھی ابھی حکومت سے قبضہ میں لیا تھا جو کہ سٹریٹیجک لحاظ سے ایک اہم بلند چوٹی پر واقع تھا اور شہید ملا محمد کے مجموعے کے شیر صفت مجاہدین نے ملا ولی محمد اور شہید عزیز خان کی سربراہی میں فتح کیا تھا، تب بھی ملا ربانی مرحوم فتوحات کے ان اوائل میں شرکت کرنے سے پیچھے نہ رہے۔

طالبان کی اسلامی تحریک کی تاسیس میں کردار:

1369 ہجری شمسی میں روسی انخلاء کے بعد جب۔1371 میں کٹھ پتلی افغان حکومت کا سقوط ہوا تو ملا مرحوم نے تنظیموں کے آپس کے اختلافات ختم کرنے کے لئے افغانستان کے ایک ہمدرد اور مصلح شخص کی حیثیت سے دوڑ دھوپ شروع کی۔ جنوب مغرب، جو کہ روس کے خلاف ایک مضبوط ترین میدانِ جنگ کی حیثیت رکھتا تھا بد قسمتی سے روسی انخلاء اور نجیب کی کمیونسٹ حکومت کے خاتمے کے بعد جہادی تنظیموں اور ان کے مسلح کارکنوں کے باہمی اختلافات کی وجہ سے ان کے باہمی میدان جنگ کی صورت اختیار کر گیا۔ یہ باہمی اختلافات صرف جنوب تک ہی محدود نہ رہے بلکہ ملک کے مرکز سے شروع ہو کر جنوب، شمال، مشرق اور مغرب تک پھیل گئے جس کی وجہ سے۔14 سالہ مقدس جہاد اور ۱۵ لاکھ شہیدوں کا مبارک خون نفاق اور باہمی اختلافات کی آگ میں جل کر راکھ ہو گیا۔ اگرچہ یہ دلسوز حالات و واقعات کسی بھی بااحساس مسلمان کے لئے قابل برداشت نہیں تھے لیکن ان حالات کی اصلاح کی صلاحیت کوئی بھی اپنے اندر نہ پاتا تھا۔

اللہ کے کچھ نیک بندے ایسے بھی تھے جن کو اپنے جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کے اس قول ان اللہ لایضیع اجر المحسنین پر کامل یقین تھا اور اِسی سے الہامات لیتے ہوئے جہاد کے ثمرات کے لئے از سر نو کوشش اور مجاہدہ شروع کیا

اِن نہ تھکنے والے مجاہدین نے اپنی مظلوم اور غم زدہ ملت کے آرام و راحت کے لئے منافقین اور مفسدین کے خلاف جہاد کا دوبارہ آغاز اس وقت کیا جب ان کے جسموں پر موجود سابقہ جہاد کے زخم ابھی تک تازہ تھے اور ان کی تھکاوٹ بھی دور نہ ہوئی تھی۔ ملا ربانی مرحوم کی روس جہاد میں شرکت کے ساتھ ساتھ ان کا شمار اسلامی تحریک طالبان کے اہم رہنماؤں میں بھی ہوتا ہے۔ تحریک کے اوائل کے دوران جب کسی علاقے کے تصفیہ۔clearance کا مسئلہ در پیش آتا تو آپ صلح و صفائی کے لئے سب سے پیش پیش ہوتے اور ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے کہ کسی طرح وہ علاقہ صلح کے راستے سے طالبان کے زیرِ کنٹرول آجائے۔

جب ۱۹۹۵:۱۰:۱۰ کو طالبان کابل تک پہنچ گئے تو ملا ربانی مرحوم نے مخالفین کے سربراہ احمد شاہ مسعود کو بات چیت کی دعوت دی اور اس دعوت کی بنیاد پر وہ بات چیت کے لئے کابل سے میدان شہر چلے گئے۔ ملا ربانی مرحوم کی پہلی بات ہی یہی تھی کہ اسلامی نظام حکومت کے لئے اس ملک کے لوگوں نے ۱۵ لاکھ جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے

اور اس مقدس خون کے احترام میں اس ملک میں بغیر کسی قید و شرط کے شرعی نظام حکومت قائم ہونا چاہیے۔ طالبان کی اسلامی ملی تحریک نے اس بات کا مصمم ارادہ کیا ہے کہ اس مقدس آرزو کو عملی جامہ پہنایا جائے لہٰذا آپ (احمد شاہ مسعود) بھی اس معاملے میں طالبان کے ساتھ مکمل تعاون کریں تاکہ مضبوط بنیادوں پر اسلامی نظام قائم کیا جاسکے۔ اس پر احمد شاہ مسعود نے تعاون کی یقین دہانی کرائی لیکن افسوس کہ احمد شاہ مسعود نے اپنے کئے ہوئے وعدوں کی پاسداری نہیں کی اور اپنی ساری کوششیں اقتدار کے حصول کے لئے صرف کیں۔ شمالی علاقہ جات کے علاوہ باقی تقریبا تمام ترافغانستان ملا ربانی مرحوم کی صلح آمیز کوششوں کے سبب طالبان کے زیر تسلط آیا۔

اسلامی تحریک طالبان میں ذمہ داریاں:

1373 ہجری شمسی میں قندھار طالبان کے قبضے میں آیا تو ملا ربانی مرحوم کو طالبان کی عالی شوریٰ کا مسؤل بنایا گیا۔ جب۔1374 کے حمل کے مہینہ میں۔،1314 تاریخ کو ملک کے۔1500 علماء نے تحریک طالبان کے امیر کو امیر المؤمنین کے لقب سے نوازا اور امارتِ اسلامیہ کی بنیاد رکھی گئی تو تب بھی ملا ربانی مرحوم امیر المؤمنین کے شانہ بشانہ احسن طریقے سے صداقت اور اخلاص کے ساتھ اصلاحی اور ملی امور انجام دیتے رہے۔

1995/05/0 کو جب طالبان کی فتوحات جنوب مغرب میں ہلمند، ہرات، ارزگان اور فراہ تک پہنچیں تو ان تمام فتوحات میں ملا ربانی مرحوم نے فاتحانہ اور نہایت عمدہ تکنیکی کردار ادا کیا۔ اسی طرح
1996/09/1 کو جب ملک کے مشرقی حصے کے صوبے ننگرہار، کنڑ اور لغمان طالبان کے زیر تسلط آئے تو ان تمام صوبوں کی ذمہ داری ملا ربانی مرحوم کے سپرد کی گئی۔

1996/09/2 بمطابق۔1375 ہجری شمسی کو جب ملک کا دارالحکومت کابل مکمل طور پر امارت اسلامیہ کے زیر تسلط آیا تو امیر المؤمنین کی جانب سے ملک کے انتظامی امور چلانے کے لئے ایک 6 رکنی کمیٹی بنائی گئی جس کی ذمہ داری بھی ملا ربانی مرحوم کے سپرد کی گئی۔

جب یہ عبوری شوریٰ حکومت کی شکل اختیار کر گئی اور افغانستان ریاست الوزراء کی حیثیت اختیار کر گیا تو تب ملا محمد ربانی مرحوم کو ریاست الوزراء کے رئیس (وزیر اعظم) کی ذمہ داری سونپی گئی۔

زہد و تقویٰ:

ملا محمد ربانی مرحوم عقیدہ اہل سنت والجماعت اور سلف صالح کے مقدس راستے کے پیروکار تھے۔ مولانا مرحوم خرافات اور بدعات کے بہت مخالف تھے اور لوگوں کو سنت پر عمل کی دعوت دیتے۔ مولانا مرحوم اپنے اخلاق حسنہ کے ساتھ ساتھ زہد، تقویٰ اور دینداری کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ رات کو قیام اللیل اور دن کو نماز چاشت ان کے خاص معمولات میں شامل تھے۔

ایثار اور قربانی:

1366 ہجری شمسی میں صوبہ قندہار میں مجاہدین کی فعالیت اور کارروائیوں کو ختم کرنے کے لئے روسیوں کا ایک بہت بڑا فوجی دستہ بھیجا گیا اور محلہ جات کے علاقے میں ملا محمد ربانی مرحوم نے اپنے دیگر مجاہد ساتھیوں سمیت روسیوں کے ساتھ دوبدو مقابلہ کیا۔ یہ جنگ تقریبا ایک مہینہ جاری رہی جس میں دونوں اطراف کو شدید نقصان ہوا اور جس میں ملا ربانی مرحوم خود بھی شدید زخمی ہوئے۔ ملا عبدالقیوم نامی ایک مجاہد جس نے اس جنگ میں شرکت کی تھی، نے بتایا کہ ملا ربانی مرحوم سمیت اس جنگ میں ۴ مجاہدین زخمی ہوئے، جب باقی ساتھی زخمیوں کو اٹھانے کے لئے آئے تو حاجی معاون (ملا ربانی مرحوم) نے یہ فرمایا کہ میں ٹھیک ہوں، وہ ۳ ساتھی زیادہ زخمی ہیں، پہلے ان کو اٹھائیں۔ مجاہدین نے جب انہیں اٹھایا اور واپس حاجی معاون صاحب کو اٹھانے آئے تو دیکھا کہ وہ اتنے شدید زخمی تھے کہ اٹھنے اور حرکت کرنے کے قابل نہ تھے، لیکن پھر بھی ملا مرحوم نے جنگ کی اس حالت میں اپنے سے زیادہ ان ۳ مجاہدین کو ترجیح دی جو ان سے نسبتاً کم زخمی تھے۔

اسلامی دنیا کے مسائل سے تعلق:

امت مسلمہ کے مسائل کو ملا ربانی مرحوم نے اپنے زندگی میں خاص اہمیت دی تھی اور امارت کے دور میں چیچنیا، فلسطین اور کشمیر کے مسائل پر منفرد قسم کے بیانات جاری کئے تھے۔

طرز زندگی:

اگرچہ ملا ربانی مرحوم پوری زندگی اعلیٰ اداری اور فوجی مناصب پر فائز رہے لیکن پھر بھی ان کی طبیعت اور مزاج میں غرور اور تکبر کی کوئی جھلک تک نہ تھی۔ ان کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا سب ایک عام شخص کی طرح تھا اور باقی احباب کے مقابلے میں اپنے لئے کسی امتیاز کے قائل نہ تھے۔ دفتری اوقات میں کوئی بھی عام بندہ ان سے آرام سے مل سکتا تھا اور دفتر کے دروازے پر چپڑاسی کو صرف زائرین کی بے ترتیبی اور بے نمبری روکنے کے لئے کھڑا کرتے۔

عبوری حکومت میں معاون وزیر سے لے کر امارت میں وزیر اعظم تک کے عہدے کے دوران ان کا ذاتی محافظ یا باڈی گارڈ نہ تھا۔ جو لوگ ان کے ساتھ سفر و حضر میں رہتے، وہ ان کے جہاد کے ساتھی اور درسی شاگرد تھے۔ دوستوں کے ساتھ نہایت ہی بے تکلف رویہ رکھتے اور کبھی بھی ان سے بے امتیازی سلوک نہ کرتے۔ جب وہ وزیر اعظم تھے تو اپنی رہائش گاہ وزیر اکبر خان سے لے کر اپنے دفتر ایوان صدارت تک اپنے ۴، ۳ دوستوں سمیت چہل قدمی کرتے ہوئے جاتے۔ اپنے احباب کے ساتھ تمام جہادی امور اور کھیلوں میں حصہ لیتے اور کابل کے علاقائی کھیل چغ کو بہت پسند کرتے تھے

زندگی کی اقتصادی حالت:

اگرچہ اپنے عہدے کے لحاظ سے مولانا ربانی مرحوم کو پیسہ استعمال کرنے کا وسیع اختیار تھا لیکن پھر بھی انہوں نے ایک عام فرد کی سی زندگی گزاری۔ زندگی کے آخری مرحلے تک انہوں نے اپنے آبائی گھر میں گزارہ کیا اور بیت المال کے پیسوں سے اپنے لئے گھر نہ بنایا جب۔ 2000ء میں اقوام متحدہ کی سکیورٹی کونسل نے افغانستان پر ظالمانہ یک طرفہ اقتصادی پابندی عائد کی اور امارت کے مسؤلین کے تمام بینک اثاثے منجمد کرنے کا حکم جاری ہوا تو امارت کے باقی مسؤلین کی طرح ملا ربانی مرحوم بھی باوجود اپنے عہدے کے وہ شخص تھے جن کا بینک میں اکاؤنٹ ہی نہ تھا



عوام کے دلوں میں محبت :

ملا محمد ربانی مرحوم اپنے نیک اخلاق کی وجہ سے اپنے تو اپنے غیروں کے دل میں بھی آپ کا ایک خاص مقام تھا۔ افغانستان کے مختلف اقوام اور قبیلے ملا محمد ربانی مرحوم کو ایک ہمدرد اور سمجھدار بزرگ کی حیثیت سے جانتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی نمازِ جنازہ میں لاکھوں افراد نے غمگیں چہروں اور اشک بار آنکھوں کے ساتھ شرکت کی۔

ملا محمد ربانی مرحوم ایک ایسے جہادی، سیاسی، علمی اور ملی شخص تھے جن کے جہادی کارنامے اور باقی خدمات کا احاطہ کرنا ان چند سطور میں ناممکن ہے۔ لیکن فی الحال اتنا ہی کافی ہے

آپ کے حسن کے پھول تو بہت زیادہ، لیکن جھولی بہت چھوٹی، کس پھول کو میں سمیٹوں

وفات :

بالآخر جہاد و قتال کے رستے کا نہ تھکنے والا عظیم راہی، تقویٰ، زہد، جانثاری، اخلاق اور شرافت کا نمونہ اللہ کے مرضی سے سرطان (کینسر) کی طویل علالت کے باعث راولپنڈی کے ایک ہسپتال میں۔ 1422 ہجری، محرم الحرام کی پہلی تاریخ کو جان جانِ آفریں کے سپرد کر گئے اور ہمیشہ کے لئے اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے۔

ان کی روح شاد اور یاد ہمیشہ باقی رہے آمین

إنا لله وإنا إليه راجعون





جہاد فی سبیل اللہ کا مجدّد شہسوار

مولوی سنگین فاتح شہید رحمہ اللہ

تعارف:

مولوی سنگین فاتح شہید حاجی مرسلین کے بیٹے تھے۔اُن کا زدران قبیلے سے تعلق تھا۔وہ صوبہ پکتیکا کے ضلع زیڑوک کے گاؤں تنگی کے باشندے تھے۔مولوی صاحب سن-1974 میں جلاوطنی کے وقت شمالی وزیرستان کے علاقے دتہ خیل میں پیدا ہوئے۔وہ پانچ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔

ابتدائی زندگی و تعلیم:

ملا سنگین نے ابتدائی تعلیم شمالی وزیرستان کے علاقے ہمزونی میں مولوی حبیب الرحمن صاحب سے حاصل کی۔بعدازاں مزید علم کے حصول کی خاطر عظیم مجاہد مولوی جلال الدین حقانی کے مدرسہ منبع العلوم میں داخلہ لے لیا۔اس وقت وہ جوان ہو چکے تھے۔انہیں جہاد اور اپنے وطن سے بے پناہ محبت تھی۔امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں مدرسے میں سالانہ چھٹیوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے افغانستان میں شر و فساد کے خلاف جہاد میں حصہ لیتے تھے۔مولوی صاحب نے درسِ نظامی کے آخری دو سال موقوف علیہ اور دورہ حدیث مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ زرگری میں شیخ الحدیث مولوی عبدالستار جان رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث مولوی سیف اللہ صاحب سے مکمل کر کے-2005 میں سندِ فراغت حاصل کی۔

اہلِ صلیب کے خلاف جہاد:

جب صلیبی استعمار نے افغانستان پر یلغار کی تو عوام اس کی ٹیکنالوجی، طاقت اور پکڑ دھکڑ سے مرعوب ہو گئے تھے۔ اس وقت امارت اسلامیہ نے مولوی سنگین فاتح کو صوبہ پکتیکا میں مولوی جلال الدین حقانی صاحب کے زیر انتظام جہادی محاذ کے ایک عسکری یونٹ کا سربراہ بنایا تھا۔ مولوی صاحب ان ابتدائی مجاہدین میں سے تھے، جنہوں نے محدود وسائل کے ساتھ سب سے پہلے خوست اور پکتیکا میں غیر ملکی حملہ آوروں کی سپلائی لائن اور فوجی اڈوں پر تابڑتوڑ حملوں کا آغاز کیا تھا۔

عوام میں مقبول جہادی رہنما:

موصوف عسکری علم اور پیشہ ورانہ مہارت کے علاوہ عوام کے مسائل اور قومی تنازعات کو حل کرنے میں بھی خداداد صلاحیت کے حامل تھے۔ مولوی سنگین میدانِ جنگ کے بہادر کمانڈر ہونے کے ساتھ ساتھ عوام میں اپنے حسنِ سلوک کی وجہ سے بہت مقبول تھے۔ وہ مجاہدین کی فوجی اور اخلاقی تربیت پر خاصی توجہ دیتے تھے۔ فوجی کارروائیوں کے وقت شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کا خاص خیال رکھتے تھے۔

اوصاف وعادات:

ایمان داری، دیانت اور سنت نبوی سے محبت ان کی طبعی خصوصیت تھی۔ وہ ریاکاری سے نفرت کرتے تھے۔ اپنے ساتھیوں کے علاوہ دشمن کے فوجی بھی انہیں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مولوی سنگین ایک کامیاب کمانڈر بھی تھے۔ ان کے حکم پر 'قاری محمد اسماعیل یونٹ' کے مجاہدین نے 2009ء میں صوبہ پکتیکا کے امریکی اڈے سے چند کلو میٹر کے فاصلے سے ایک امریکی افسر بوبرگڈال کو ہتھیار سمیت گرفتار کر لیا۔ بوبرگڈال کی گرفتاری، امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان قیدیوں کا تبادلہ در اصل صوبہ پکتیکا میں مولوی سنگین شہید کی ذمہ داریوں میں سے ایک تاریخی واقعہ ہے۔



معروف سیاسی تجزیہ نگار جناب وحید مژدہ نے ایک تحریر میں مجاہدین کے ہاتھوں امریکی افسر کی گرفتاری سے متعلق لکھا ہے:

"جب 30-جون-2009 کو صوبہ پکتیکا کے ضلع 'یوسف خیل' میں امریکی بوبر گڈال اپنے فوجی اڈے سے باہر نکلا تو مجاہدین نے اُسے گرفتار کر لیا۔ گرفتاری کے دوران اس کے پاس M16 رائفل بھی تھی۔ امریکی فوجیوں نے بوبر گڈال کو بازیاب کرانے کے لیے صوبہ پکتیا، پکتیکا اور غزنی کے ضلع اندڑ سمیت دیگر اضلاع میں وسیع پیمانے پر کارروائیاں کیں۔ بوبر گڈال کا پتا بتانے والے شخص کا نام صیغہ راز میں رکھنے اور اس کو انعامات دینے کے وعدے بھی کیے گئے تھے۔ تاہم امریکا اس مہم میں مکمل ناکام رہا ہے۔

مجاہدین کے مطابق مولوی سنگین نے بوبر گڈال کو ایک بوڑھے افغان کے گھر میں رکھا اور بوڑھے سے کہا: 'بابا جی! اس آدمی کا خیال رکھنا۔ یہ بھاگنے نہ پائے۔ میں کچھ دنوں تک مصروف ہوں۔ اس لیے آپ اس کی حفاظت کریں'۔ بوڑھے نے سوچا کہ اس قیدی کے لیے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اگر وہ گھر سے نکل جائے تو کہاں جائے گا؟ اس لیے اس کے ہاتھ پاؤں نہیں باندھے۔ دوسری طرف بوبر گڈال خوف زدہ تھا۔ وہ سوچ رہا تھا مجاہدین جلد ہی اس پر تشدد کریں گے۔ اس کا سر قلم ہونے کی ویڈیو نشر کی جائے گی۔ تاہم مجاہدین کو اس قیدی کی اہمیت کا احساس تھا۔ بوبر گڈال راہ فرار اختیار کرنے کی تلاش میں تھا۔ جب بوڑھا اس کے لیے کھانا لاتا تو وہ کچھ کھا کر کچھ چھپا لیتا۔ ایک دن بوڑھا وضو کے لیے گھر سے باہر گیا تو قیدی بھی چپکے سے گھر سے نکل کر بھاگ گیا۔ چوں کہ قیدی کو وردی کے بجائے مقامی لباس پہنایا ہوا تھا، اس لیے عام لوگ اسے پہچان نہیں سکے۔ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جلدی سے گاؤں سے دور نکل کر پہاڑ تک پہنچ گیا۔ جب بوڑھے کو قیدی کے بھاگنے کا پتا چلا تو اُس نے فوراً مجاہدین کو اطلاع دی۔ مجاہدین نے تین دن کی تلاش کے بعد گاؤں سے باہر اُسے ایک بار پھر گرفتار کر لیا۔ بوبر گڈال سمجھ گیا کہ وہ فرار نہیں ہو سکتا۔ اس نے سوچا اب اُس کو ایک نئی صورت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ بعد ازاں امارت نے بوبر گڈال کو امریکا کے ساتھ گوانتانامو میں بارہ سال سے قید اپنے 5 رہنماؤں کی تبادلے میں رہا کر دیا۔



دشمن کے خلاف کامیاب کارروائیاں:

مجاہدین نے مولوی سنگین فاتح کی قیادت میں-2006 میں صوبہ پکتیکا کے ضلع ''نکی پر حملہ کیا اور اسے مکمل آزاد کر کے وہاں سفید پرچم لہرا دیا۔ امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے اس ضلع پر اپنا کنٹرول قائم کرنے کے لیے کئی حملے کیے، تاہم مولوی سنگین کے ساتھیوں نے دشمن کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا اور اب تک یہ ضلع امارت اسلامیہ کے کنٹرول میں ہے۔ مجاہدین نے کمانڈر سنگین کی قیادت میں صوبہ پکتیکا کے ضلع 'گیان' کی عمارت اور قریب واقع امریکی فوجیوں اور اسپیشل فورسز کے مشترکہ کمپاؤنڈ پر حملہ کیا، شدید لڑائی کے بعد دونوں مرکز فتح ہو گئے۔ اب وہاں امارت اسلامیہ کا پرچم ان پر لہرا رہا ہے۔ ضلع گیان کے قریبی علاقے 'لواڑہ' میں امریکیوں کا ایک کمپاؤنڈ تھا۔ مجاہدین نے اس مرکز کے سپلائی کانوائے پر مسلسل حملے کر کے اُسے کاٹ دیا۔ جس سے امریکی تنگ آکر 'لواڑہ کمپاؤنڈ' چھوڑ گئے۔ اسی طرح پکتیکا کا ضلع 'زیڑوک' بھی مولوی سنگین کی قیادت میں فتح ہوا تھا۔

سفرِ جہاد میں زخم:

مولوی صاحب جہادی کارروائیوں کے دوران دو بار زخمی ہوئے۔ ایک بار پکتیکا کے ضلع 'ارگون' کے علاقے 'گربگی کنڈو' میں امریکی بمباری سے مولوی صاحب کے چالیس ساتھی شہید، جب کہ مولوی صاحب شدید زخمی ہو گئے۔ یہ بہت بڑا سانحہ تھا، لیکن مولوی صاحب کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔ انہوں نے صحت یابی کے بعد بدستور امریکا کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ ایک بار میران شاہ میں شر پسند عناصر اور چوروں کے خلاف آپریشن کیا، جس میں مولوی صاحب صفِ اول کا کردار ادا کر رہے تھے، جس میں وہ گولی لگنے سے زخمی ہو گئے، لیکن پھر صحت یاب ہو گئے۔

شہادت:

امریکا مولوی سنگین شہید کے کامیاب آپریشنز اور کارروائیوں سے بہت تنگ تھا۔ اسی وجہ سے اُس نے 2011 میں مولوی سنگین کو بلیک لسٹ میں شامل کر دیا۔ 9 ستمبر- 2013 کو امریکی ڈرون طیارے نے شمالی وزیرستان میں ان کو اپنے ایک ساتھی کے کمرے میں نشانہ بنایا، جس میں پکتیکا کے سنگلاخ پہاڑوں کے شاہین، مجاہدین اور عوام کے محبوب رہنما اور بہادر غازی مجاہد جام شہادت نوش کر گئے۔ مولوی صاحب اپنے والد کے پہلے یا آخری شہید بیٹے نہیں تھے، بلکہ اس سے پہلے مولوی صاحب کے بھائی عبدالوارث حیدری صوبہ پکتیکا کے ضلع زیڑوک میں امریکیوں کے ساتھ دوبدو لڑائی میں شہید ہو چکے ہیں، جب کہ ایک اَور بھائی 'محمد فاروق' ملا عبدالسلام ضعیف کے ساتھ ناپاک سلوک کرنے والی پاکستانی فوج کے ہاتھوں جنوبی وزیرستان میں شہید ہوئے۔

اللہ تعالی ان سب کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلی مقام عطا فرمائے۔ آمین

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

تحریر نصیب زدران



